انجمن خدام القرآن
سندھ کراچی رجسٹرڈ

شمارہ نمبر:46

آئینہ انجمن

جمادی الاول 1444ھ، دسمبر 2022ء

اہم موضوعات

- فرمان الٰہی و فرمان نبوی ﷺ
- اداریہ
- ملفوظات ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
- اقتباس نگران انجمن جناب شجاع الدین شیخ صاحب حفظہ اللہ
- تاج رسالت کے انمول نگینے
- پیکران صبر و استقامت اور رومیوں کے مابین پہلی جنگ غزوۂ موتہ
- تکبر اور اس کا علاج
- تہذیب انسانی کی اصل بنیاد
- ماحول کے شخصیت پر اثرات
- حرمت سود سیمینار سے امیر تنظیم اسلامی جناب شجاع الدین شیخ صاحب حفظہ اللہ کا خطاب
- انجمن خدام القرآن سندھ کے تحت جاری تدریسی سرگرمیاں
- شعبۂ سمع و بصر

مرکزی دفتر انجمن خدام القرآن B-375 علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6 گلشن اقبال، کراچی۔

فرمان الٰہی

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۔ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۔ (سورۃ یونس : 57-58)

ترجمہ : اے لوگوں آگئی ہے تمھارے پاس نصیحت تمھارے رب کی طرف سے اور تمھارے سینوں (کے امراض) کی شفا ۔ اور اہل ایمان کے لیے ہدایت اور (بہت بڑی رحمت) ۔ اے نبی ﷺ ان سے کہہ دیجیے کہ یہ (قرآن) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے (نازل) ہوا ہے ۔ تو چاہیے کہ لوگ اس پر خوشیاں منائیں ۔ وہ کہیں بہتر ہے ان چیزوں سے جو وہ جمع کرتے ہیں ۔

تشریح : اس آیت کی ترتیب (موعظہ، شفا، ہدایت ، اور رحمت) بہت پر حکمت ہے ۔ سورہ بقرہ آیت ۷۴ میں انسان کے دل کی سختی کا ذکر آیا ہے ۔ دراصل دل کی سختی ہی وہ بنیادی مرض ہے جس کے باعث اعلیٰ سے اعلیٰ کلام بھی انسان پر بے اثر ہو کر رہ جاتا ہے ۔ چنانچہ قبول ہدایت کے لیے دل کی سختی کو دور کرنا ضروری ہے ۔ دلوں کی سختی دور کرنے کے لیے مؤثر ترین نسخہ وعظ و نصیحت (موعظہ) ہے ۔ جب وعظ و نصیحت سے دلوں میں گداز پیدا ہو گا تو پھر قرآن دوائی کی مانند اثر کرکے تکبر، حسد، بغض، حب دنیا وغیرہ تمام امراض کو دور کردے گا ۔ آیت مبارکہ کے الفاظ کی ترتیب پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ایک انسان کے حق میں قرآن سب سے پہلے وعظ و نصیحت ہے ، پھر تمام امراض قلب کے لیے شفا اور پھر ہدایت ۔ کیونکہ جب دل سے بیماری نکل جائے گی ، دل شفایاب ہو گا تب ہی انسان قرآن کی ہدایت اور رہنمائی کو عملاً اختیار کرے گا ، اور جب انسان یہ سارے مراحل طے کرکے قرآن کی ہدایت کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال لے گا تو پھر اس کو انعام خاص سے نوازا جائے گا اور وہ ہے اللہ کی خصوصی رحمت ۔ کیونکہ یہ قرآن رب رحمٰن کی رحمانیت کا مظہر اتم ہے ۔

(بیان القرآن ۔ ۔ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ)

فرمان نبوی ﷺ

عن ابی سعیدنِ الخدری رضی اللہ عنہ قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِكْرِيْ وَ مَسْأَلَتِيْ أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِي السَّائِلِيْنَ وَفَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ۔ (جامع ترمذی، سنن دارمی، شعب الایمان للبیھقی)

ترجمہ : حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو قرآن نے مشغول رکھا میرے ذکر سے اور مجھ سے سوال کرنے اور دعا کرنے سے ، میں اس کو اس سے افضل عطا کروں گا جو سائلوں اور دعا کرنے والوں کو عطا کرتا ہوں ، اور دوسرے کلاموں کے مقابلہ میں اللہ کے کلام کو ویسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی اپنی مخلوق کے مقابلہ میں اللہ کو ۔

تشریح : اس حدیث مبارکہ میں دو باتیں فرمائی گئی ہیں ، ایک یہ کہ اللہ کے جس بندے کو اللہ کے کلام پاک سے ایسا شغف ہو کہ دن رات اسی میں لگا لپٹا رہتا ہو یعنی اس کی تلاوت میں ، اس کے یاد کرنے میں ، اس کے تدبر و تفکر میں ، یا اس کے سیکھنے سکھانے میں مشغول رہتا ہو اور قران پاک میں اس ہمہ وقتی مشغولیت کی وجہ سے اس کے علاوہ اللہ کے ذکر اس کی حمد و تسبیح اور اس سے دعائیں کرنے کا موقع ہی اس کو نہ ملتا ہو تو وہ یہ نہ سمجھے کہ وہ کچھ خسارے میں رہے گا اور ذکر و دعا کرنے والوں کو اللہ جو کچھ عطا فرماتا ہے وہ اس کو نہ پا سکے گا ۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ " اللہ کا فیصلہ ہے کہ ایسے بندوں کو میں اس سے زیادہ دوں گا جو ذکر کرنے والے اور دعا کرنے والے بندوں کو دیتا ہوں " ۔ دوسری بات یہ فرمائی گئی کہ اللہ کے کلام کو دوسرے کلاموں پر ویسی ہی فضیلت و عظمت حاصل ہے جیسی کہ خود اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق پر ، اور اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اللہ کا کلام اور اس کی صفت قائمہ ہے ۔

سقوط ڈھاکہ ــــ ایک عظیم سانحہ

ڈاکٹر محمد الیاس

مدیر تعلیم، انجمن خدام القرآن، کراچی

فتح و شکست دنیا کی وہ حقیقتیں ہیں جس سے ہر انسانی گروہ اور قوم ہمکنار ہوتی ہے۔ فتح یابی زندہ اور باشعور قوموں کی پہچان ہے۔ جبکہ بسا اوقات چند عاقبت نا اندیش لوگوں کے فیصلوں، منصوبہ بندیوں، طمع، ذاتی منفعت کا جنون، بے ضمیری اور خوفِ خدا سے غفلت قوموں کے لیے ذلت آمیز شکست اور جگ ہنسائی بن جاتی ہے اور یہ ان قوموں کی تاریخ کا سیاہ باب ہوتا ہے۔

سقوطِ ڈھاکہ پاکستان کی تاریخ کا ایک المناک، ذلت و رسوائی کا موجب اور ناقابلِ فراموش سانحہ فاجعہ ہے جس کا زخم ابھی تک مندمل نہیں ہوسکا ہے۔ یہ ملک جو ایک خاص مقصد، خاص نظریے اور زندگی کو ایک نئے طرزِ عمل پر ڈھالنے کے لیے قائم کیا گیا تھا، جس کی بنیادوں میں کلمہ توحید کا آبِ زلال ڈالا گیا تھا، انہیں بنیادوں کو سقوطِ ڈھاکہ نے ہلا کر رکھ دیا۔ کتابِ حقیقت کے صفحات کھولے جائیں تو یہ منظر سامنے آئے گا کہ مشرقی پاکستان میں جو ناگفتہ بہ حالات رونما ہوئے وہ بلاشبہ مغربی پاکستان کے حکمرانوں اور نوکر شاہی کے مشترکہ غیر انسانی، غیر منصفانہ طرزِ عمل اور غلط پالیسوں کا شاخسانہ ہے۔

پاکستان کے قیام اور بانی پاکستان کی رحلت کے معاً بعد ہی اس عظیم مقصد اور نظریے کو فراموش کر دیا گیا جس کے تحت یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔ بانی پاکستان کے بعد جن لوگوں کے ہاتھوں میں اس کی باگ ڈور دے دی گئی ان کا تعلق اس استحصالی نظام سے تھا جو برصغیر کی تقسیم کے وقت انگریزوں کی طرف سے ان کو ورثے میں ملا تھا۔ اس حکمراں طبقے نے وطن کی معاشرت، معیشت اور سیاست کو جس انداز سے پروان چڑھایا اس کا مقصد عوام کی خدمت نہیں بلکہ جاگیر داروں اور سامراجی نظام سے مربوط سرمایہ کاری کے ہاتھ مضبوط کرنا تھا۔ آمروں اور بیوروکریسی میں قوت مشترک یہی رہی ہے کہ عوام کو ان کے جائز حقوق سے محروم رکھیں اور یہ بے رحمانہ اور منفی رجحان بانی پاکستان کی موجودگی ہی میں اپنے برگ و بار پھیلانے لگا تھا۔ جس کا اظہار قائدِ اعظم نے ان تقاریر میں کیا تھا جو انہوں نے مارچ 1948ء میں دورہ مشرقی پاکستان کے وقت کی تھیں۔ آپ نے واشگاف الفاظ میں کہا تھا کہ "ہم نے پاکستان تو بنا لیا ہے مگر جو لوگ پاکستان کو بنتا نہیں دیکھنا چاہتے تھے وہ اب اس کو اندر سے سبوتاژ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان سے خبر دار ہو جاؤ اور ان کے مدمقابل اصل پاکستانی تحریک کی جو اسپرٹ ہے اس کے مطابق اس کی تشکیل نو میں لگ جاؤ"۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو ایک مضبوط پلیٹ فارم مہیا کرتا ہے۔ جب اس کے ماننے والے اس کو چھوڑ کر اپنی اپنی راہ چل پڑتے ہیں تب ہی مسائل کا ایک انبار ان کے سامنے آجاتا ہے۔ پاکستان کی امن و سلامتی اسلام کو مضبوطی سے تھام لینے ہی میں ہے۔ ہم نے جب اس تعلق کو توڑا اور اللہ کی اس نعمت کی قدر نہ کی تو دونوں خطوں میں افراتفری، بے یقینی کی کیفیت، صوبائیت، خود مختاری کے حصول کا رجحان اور احساس محرومی کی فصل پک کر تیار ہوگئی۔

1970ء کے انتخابات کے اصل حقائق سیاست دانوں کے اپنے مفاد کی بھینٹ چڑھ گئے۔ یہ قانونِ فطرت ہے کہ ہر عمل کا ردِ عمل ضرور ہوتا ہے، چنانچہ مشرقی پاکستان میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ اپنے حقوق کی پامالی کے شدید احساس نے شیخ مجیب الرحمٰن کی عوامی لیگ کو ہمارے ازلی دشمن بھارت کی معیت میں بغاوت کی آگ بھڑکانے کا موقع فراہم کر دیا، کشت و خون کا بازار گرم ہوا، مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمان ذبح ہوئے، پھر نہ کسی کی جان و مال محفوظ رہے اور نہ چادر اور چار دیواری کا کوئی تحفظ باقی رہا۔ بھارت کی فوج کشی اور مکتی باہنی کی تخریبی اور وحشیانہ کارروائی مملکت پاکستان کو

دولخت کرنے کا محرک بنی اور 16 دسمبر 1971ء کو ہم سقوطِ ڈھاکہ کے المیے سے دوچار ہوئے۔

یہ ہماری ذلت و رسوائی کی وہ شرمناک داستان ہے جسے لکھتے اور بیان کرتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اب کیا کریں شتر مرغ کی طرح ریت میں منہ چھپالینے سے بھی رسوائی کے داغ مٹائے نہیں جاسکتے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے حکمرانوں ، بیورو کریٹس اور اشرافیہ نے اس سے بھی کوئی سبق نہیں سیکھا۔ آج بچے کھچے ملک میں انارکی پھیلی ہوئی ہے ، احتجاج ، دھرنے ، دھونس اور دھمکیاں اپنے مفادات کے لیے ملک کے طول و عرض میں ہنگامہ آرائی، اشتعال انگیزی، سول نافرمانی پر عوام کو اکسانا اور بغاوت و سرکشی کی راہیں ہموار کرنا، تشدد، جلاؤ گھیراؤ، لاشوں کی سیاست اور صوبائیت کو ہوا دینا، یہ باقی ماندہ پاکستان کی جڑوں پر آری چلانا نہیں ہے؟ کیا ہمارے حکمراں اور ملک کے سیاسی مہرے کسی نئے المیے اور ایک اور خون آشام حادثے کے رونما ہونے کی پیش بندی نہیں کررہے ہیں؟ اربابِ اقتدار سے بھی اور اپنے حقوق کے طلبگاروں سے بھی اپیل ہے کہ خدارا! ہوش کے ناخن لیں، اپنے تنازعات کو افہام و تفہیم ، تحمل و برداشت اور گفت و شنید کے ذریعے سے حل کرنے کی کوشش کریں۔ یہ نہ بھولیں کہ دشمن ہماری گھات میں ہے اور ہم مزید کسی سانحہ کے متحمل نہیں ہوسکتے۔

*****

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک — ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک — کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
قلب میں سوز نہیں، رُوح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمھیں پاس نہیں
کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختارؐ؟ — مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار؟ — ہوگئی کس کی نگہ طرزِ سلَف سے بیزار؟
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

حمد باری تعالیٰ و نعت رسول پاک ﷺ

فلک پر چاند تاروں میں زمیں پر بحر و بر میں ہے
تری قدرت کا جلوہ یا خدا ہر اِک نظر میں ہے

گلوں میں تیری لالی ہے تری رنگت ہے پتوں میں
جمالِ حسن تیرا ہی نہاں شمس و قمر میں ہے

جسے چاہے بنادے تو جسے چاہے مٹادے تو
ہر اِک شے کل جہاں کی یا خدا تیرے اثر میں ہے

تو ہی ہے ممتحن تو ہی ہے مالک روزِ محشر کا
فقط انسان تو بس امتحان کی رَہ گزر میں ہے

ہزاروں قِسم کے میوے عطا تو نے کیے ہم کو
تری بخشش ہوئی شیریں ہی مولا ہر ثمر میں ہے

اُڑیں یہ آسمانوں میں تلاشیں رزق بھی اپنا
کرم سے تیرے یوں پرواز ہر طائر کے پر میں ہے

تو خالق بھی تو مالک بھی تو قادر بھی تو رازق بھی
مگر تیرے غضب کا خوف بھی قلبِ بشر میں ہے

سرفراز حسین فراز

....

نعت رسول مقبول ﷺ

کہوں نعت کیسے، سلیقہ سکھادو
میری سانس کو موجِ خوشبو بنادو

گھری ہوئی ہوں میں کب سے پریشانیوں میں
میں عاجز ہوں آقا، مجھے حوصلہ دو

تغافل میں جینا ہے شیوہ ہمارا
ذرا خوابِ غفلت سے ہم کو جگا دو

گناہوں نے گھیرا ہے انسانیت کو
مجھے کملی والے، ردا میں چھپادو

شبِ تیرہ و تار میں میرے آقا
رخِ پاک سے اپنے پردہ اٹھا دو

فراواں ہو ذوقِ عبادت ہمیشہ
مرے دل سے دنیا کی چاہت مٹادو

محبت ہو تیری میری بندگی میں
مجھے دین و دنیا میں اچھا بنادو

ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ

ملفوظاتِ صدر مؤسس انجمن خدام القرآن، کراچی

ہمارے خلاف قرآن کی گواہی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

اگر ہم قرآن سمجھیں، پڑھیں اور اس پر عمل کریں تو قرآن ہمارے لیے دنیا میں دلیل راہ اور آخرت میں شافع بنے گا اور اگر ہم قرآن کو صرف پڑھیں اور سنیں، لیکن اس پر عمل نہ کریں تو یہ قرآن ہمارے خلاف استغاثہ لے کر کھڑا ہو جائے گا کہ پروردگار! اس نے مجھے پڑھا بھی، سمجھا بھی، لیکن پھر عمل نہیں کیا۔ گویا یہ پڑھنا، سننا اور سمجھنا بجائے مفید ہونے کے الٹا نقصان دہ ہو جائے گا، بایں طور کہ ہمارے خلاف اللہ کے ہاں ایک گواہی اور بڑھ جائے گی۔

ایک تو یہ ہے کہ انسان یہ کہہ سکے کہ پروردگار مجھے معلوم نہیں اور جن کے ذمے مجھ تک پہنچانا تھا انہوں نے نہیں پہنچایا، کسی درجے میں یہ اس کا عذر ہو گا۔ لیکن اگر بات پہنچ بھی گئی اور پھر بھی عمل نہ کیا تو یہ عذر بھی ختم ہو گیا اور اب یہ قرآن ہمارے خلاف استغاثہ لے کر کھڑا ہو جائے گا۔

(1993 میں طیبہ مسجد گلشن اقبال، کراچی میں خصوصی خطاب)

اقتباس نگراں انجمن خدام القرآن، کراچی

دعائیں قبول نہ ہونے کے اسباب

آج جمعہ کی نماز میں کروڑوں مسلمان دعائیں کرتے ہیں، حج و عمرے کے دوران مسلمان رورو کر دعائیں کر رہے ہیں، رمضان میں سحر و افطار میں دعائیں مانگی جاتی ہیں لیکن اُمت کے حالات سنورنے نہیں پارہے، بگڑتے ہی چلے جارہے ہیں۔ وہ ملک جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں رمضان کو عطا کیا تھا، آج اس کی حالت یہ ہے کہ کبھی سیلاب، کبھی مہنگائی، کبھی سیاسی بحران، کبھی آٹے، چینی کی قلت، معیشت کا بھٹہ بیٹھ گیا ہے۔ یہ سب عذاب اسی بدولت ہیں کہ ہم نے بحیثیت امتی اپنا اصل فریضہ ترک کر دیا ہے لہٰذا اب ہماری دعائیں بھی قبول نہیں ہورہیں۔

ہمارے حکمرانوں کے پاس قوتِ نافذہ موجود ہے، بجائے اس کے کہ شریعت کا نفاذ کرتے، منکرات کا خاتمہ کرتے، ڈنکے کی چوٹ پر سود کو جاری رکھنے پر تیار ہیں، ٹرانس جینڈر ایکٹ تبدیل کرنے اور اسے شریعت کے مطابق بنانے پر آمادہ نہیں، ان سرکشیوں اور بغاوتوں کے باوجود بھی ہم چاہتے ہیں کہ اللہ کی رحمت ہم پر نازل ہو تو یہ ممکن نہیں۔

(30 ستمبر 2022ء خطابِ جمعہ، جامع مسجد القرآن، قرآن اکیڈمی DHA کراچی)

حکمت و دانش

انسانی صلاحیتوں کا درست استعمال

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے انسان میں بے اندازہ صلاحیتیں اور بے پناہ قوتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ اگر ان تمام صلاحیتوں کو کام میں نہ لایا جائے اور ان قوتوں کو بروئے کار نہ لایا جائے تو یہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی بڑی ناشکری ہے۔ انسان میں زبردست قوتِ حیوانی پنہاں ہے اور اس قوت کو روئے زمین کی تعمیر و ترقی اور زمین کے اندر پوشیدہ خزائن کی تلاش میں صرف کرنا چاہیے اور اس قوت کو اس مصرف میں لانا چاہیے کہ انسان زمین سے اللہ کا دیا ہوا رزق تلاش کرے اور اس قوت کو زندگی کی ترقی و نشوونما میں کھپائے اور ہر وقت ایک نئے معیارِ ترقی کے بروئے کار لانے میں لگا رہے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے انسان میں روحانی قوت ودیعت فرمائی ہے جسے اللہ کی معرفت اور اس سے تعلق قائم کرنے میں لگانا چاہیے اور انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی اس روحانی قوت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق زندگی گزارے، خیر کو فروغ دے، انسانی بھائی چارہ استوار کرے اور مادی فلاح کو ساری انسانیت کی بہبود پر صرف کرے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو قوتِ عقلی بخشی ہے جس کا مصرف یہ ہے کہ انسان کائنات کے اسرار سے آشنا ہو اور قوانین فطرت کو سمجھے اور یہ معلوم کرے کہ کائنات میں اور خود انسان کے وجود میں اللہ تعالیٰ کے کون سے اصول کارفرما ہیں اور آفاق و انفس کی وسعتیں اور پنہائیاں کس قدر لامتناہی ہیں۔ اور پھر اس فکری عرفان کو اپنی انسانی زندگی کی تنظیم میں استعمال کرے اور اس ادراکِ کون سے خود کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھنے میں مدد لے۔

(اسلام کا نظامِ تربیت از محمد قطب)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں، میرے حواری زبیر ہیں۔ (فرمان نبوی ﷺ)

محمد ارشد صاحب (استاذ قران اکیڈمی یٰسین آباد)

یوں تو مدینہ حیات طیبہ کے دس سالوں میں انتہائی سنگین صورتِ حال میں رہا ہے لیکن خاص طور پر جنگ احزاب کا زمانہ سیرت طیبہ میں انتہائی پر خطر اور بہت بڑی آزمائش کا زمانہ ہے۔ باطل اپنی پوری قوت جمع کر کے حق کو مٹانے آیا تھا، عرب کی تاریخ کا سب سے بڑا اکھٹ۔ مختلف حلیف قبائل کی دس ہزار مسلح افواج نے مدینہ کا گھیراؤ کر لیا تھا۔ مسلمان تعداد کے لحاظ سے تھوڑے، اسلحہ اور رسد نہ ہونے کے برابر۔ بنو قریظہ کے یہود مشرکین مکہ سے ساز باز کر کے بد عہدی اور غداری کے مرتکب ہو چکے تھے اور ان کی طرف سے مسلسل خطرہ تھا کہ پیٹھ پیچھے سے حملہ کریں گے لہذا فراست نبوی ﷺ تقاضا کر رہی تھی کہ بنی قریظہ کے عزائم، نقل و حرکت اور تیاریوں سے متعلق معلومات حاصل کی جائیں لیکن سخت سردی اور طوفانی موسم میں بنی قریظہ جیسے طاقتور قبیلے میں جا کر معلومات کا حصول موت کے منہ میں جانے کے برابر تھا۔ اللہ کے نبی کریم ﷺ تین بار ترغیب و تشویق کے انداز میں ارشاد فرماتے ہیں: "کوئی ہے جو بنی قریظہ کی خبر لائے؟"۔ تینوں بار ایک دراز قامت، وجیہ اور مضبوط نوجوان کھڑا ہوتا ہے۔ "اے اللہ کے رسول کریم ﷺ! میں اس خدمت کے لیے حاضر ہوں"۔ نبی کریم ﷺ دعاؤں کے ساتھ اپنے اس جانثار کو اس خطرناک مشن پر روانہ فرماتے ہیں۔ جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہر کوئی اس نوجوان کی سعادت کو رشک کی نظر سے دیکھ رہا ہے۔ "یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا"۔ اپنے اس خطرناک مشن کو انتہائی کامیابی کے ساتھ مکمل کر کے جب یہ نوجوان واپس خدمت اقدس میں پہنچتا ہے تو لسان رسالت ﷺ سے بے اختیار ارشاد ہوتا ہے۔ "فداک ابی امی"۔ (میرے ماں باپ تجھ پر قربان)۔ مزید ارشاد ہوا۔ "ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں"۔

پوری جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم میں "حواری رسول ﷺ" کے لقب سے ممتاز و مشرف ہونے والے ہونے واحد صحابی ہیں زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ۔

نبی کریم ﷺ کے دوسرے ارشاد فداک ابی وامی میں بھی صرف سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہی سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہیں اور وہ بھی عشرہ بشرہ میں شامل ہیں۔ قریش کی شاخ بنی اسد سے تعلق رکھنے والے سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اپنے والدین کے اکلوتے تھے اور اوائل عمری میں ہی والد کے سائے سے محروم ہو گئے تھے۔ والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی پھوپھی تھیں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کے ماموں تھے۔ پر دادا خویلد ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد تھے اس لیے ام المومنین رضی اللہ عنہا آپ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ابتدائی دور کی انتہائی بہادر اور پر عزم مومنہ تھیں۔ انہوں نے بیٹے کی پرورش اور تربیت خالص مجاہدانہ انداز میں کی تاکہ بیٹا جوان ہو کر سخت جان، نڈر، اور بہادر بنے اور لشکروں کی قیادت کرے۔ چنانچہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ بچپن ہی سے بڑے شہزور، شجاع، حوصلہ مند اور پر اعتماد تھے۔ بچپن میں اپنے سے بڑی عمر کے ایک آدمی سے لڑ پڑے اور اس کا ہاتھ توڑ ڈالا اس نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی تو انہوں نے جواب میں کہا کہ تو نے میرے بیٹے کو پنیر سمجھا تھا یا کھجور؟۔ ابتدائی عمر میں جنگی فنون میں مہارت حاصل کرنے کے باعث آپ کے اندر دلیری اور خود اعتمادی پیدا ہو گئی تھی۔ سولہ سال کی عمر میں سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ مشرف با اسلام ہوئے اور السابقون الاولون میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ قبول اسلام کے بعد حق کی خاطر ہر طرح کے مصائب و شدائد کمال استقامت کے ساتھ برداشت کیے۔ ان کا چچا انہیں کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر ناک اور آنکھ میں دھواں دیا کرتا تھا۔ آپ فرماتے کچھ بھی کر واب میں کافر نہیں ہو سکتا۔ اپنی شجاعت و بہادری کے باوجود سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ دوسرے صحابہ کی طرح مشرکین مکہ کے ظلم و ستم صبر و تحمل سے برداشت کر رہے تھے۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ہاتھ اٹھانے سے منع فرمایا تھا لیکن جب یہ افواہ مکہ میں پھیلی کہ آپ ﷺ کو مشرکین نے ایذا پہنچائی ہے اور قید کر لیا ہے تو زبیر رضی اللہ عنہ برداشت نہ کر سکے اور تلوار لیے مجمع میں گھس گئے۔ افواہ غلط نکلی اللہ کے نبی کریم ﷺ نے ماجرا پوچھا تو عرض کی اللہ کے رسول ﷺ! میں نے سنا کہ مشرکین نے

آپ ﷺ کو ایذا دی ہے میں برداشت نہ کر سکا اور آپ ﷺ پر قربان ہونے کی نیت سے تلوار اٹھالی ۔ نبی کریم ﷺ آپ کے جذبہ فدائیت پر بہت خوش ہوئے اور دعا فرمائی ۔

سنہ ۵ نبوی ﷺ میں جب مشرکین مکہ کے ظلم وستم حد سے بڑھ گئے تو اللہ کے نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ ہجرت کرنے کی اجازت عطا فرمادی ۔ ہجرت کرنے والوں میں آپ بھی شامل تھے ۔ حبشہ میں مسلمان امن وسکون کی زندگی گزار رہے تھے کہ شاہ حبشہ کو کسی سے جنگ کی ضرورت پیش آگئی ۔ مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ارادہ کیا کہ ہم میں سے کوئی محاذ پر جائے اور وہاں کی خبریں بھیجتا رہے اور ضرورت پڑے تو مہاجرین بھی شاہ حبشہ کی مدد کے لیے جائیں ۔ سب سے کم سن ہونے کے باوجود سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے اس خدمت کے لیے خود کو پیش کیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ طبعاً مہم جو تھے اور خطرات سے گھبرانے والے نہ تھے ۔ ہجرت مدینہ کا حکم جب آیا تو آپ نے مدینہ بھی ہجرت فرمائی جہاں اللہ کے نبی کریم ﷺ نے آپ کی مواخاۃ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کے ساتھ قائم فرمائی ۔ مدینہ میں اللہ کے نبی کریم ﷺ نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو ایک خاصا بڑا قطعہ زمین مکان کے لیے عنایت فرمایا اور بنو نضیر کے اموال میں سے بھی زرعی زمین کا ایک ٹکڑا عطا کیا جس میں کھجور کا ایک باغ تھا ۔ آپ زراعت بھی کرتے تھے ۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہوا جن کے بطن سے عبداللہ بن زبیر اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے ۔ مدینہ میں مسلمانوں میں جس اولین بچے کی پیدائش ہوئی وہ آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تھے ۔ آپ ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے جو میدان جنگ میں اللہ کے نبی کریم ﷺ کے آگے اور نماز میں آپ ﷺ کے عین پیچھے ہوتے تھے اور یہ مقام ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا جو بوقت ضرورت نبی کریم ﷺ کی جگہ امامت وقیادت کی اہلیت رکھتے تھے ۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور انتہائی شجاعت وجانثاری کا مظاہرہ کیا ۲ ہجری میں غزوہ بدر ہوا جس کو یوم زبیر رضی اللہ عنہ بھی کہا گیا ۔ ۳ ہجری میں غزوہ احد ہوا اس میں آپ کو سپہ سالاری عطا ہوئی ۔ غزوہ احد میں آپ ان فدائیان رسول ﷺ میں سے تھے جو پروانوں کی طرح شمع رسالت ﷺ کے گرد جمع تھے ۔ زخم پر زخم کھانے کے باوجود نبی کریم ﷺ کی حفاظت میں آہنی چٹان بن کر کھڑے رہے ۔ جنگ کے خاتمہ پر جب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "کون ہے جو ابو سفیان کا تعاقب کرے گا" تو دو ہستیوں نے اس ارشاد پر لبیک کہا ایک سیدنا زبیر اور دوسرے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہما ۔

۵ ہجری میں غزوہ خندق کے موقع پر اللہ کے نبی ﷺ نے خواتین کیمپ کی حفاظت کی ذمہ داری آپ کو تفویض فرمائی ۔ اسی موقع پر آپ کو حواری رسول ﷺ کا لقب عطا فرمایا ۔ ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کی ۔ ۷ ہجری میں خیبر کے معرکہ میں نبی کریم ﷺ کی معیت کا شرف ملا ۔

۸ ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے دست مبارک سے علم عطا ہوا ۔ فتح مکہ کے بعد جب آپ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے خود اٹھ کر چہرے سے گرد صاف کی ۔ غزوہ حنین میں بھی شریک رہے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی عمر کے بارے میں مختلف روایات ہیں جن میں ان کی عمر ساٹھ سے ستر سال بیان کی گئی ہے ۔ اللہ کے نبی کریم ﷺ کی رحلت کے وقت ان کی عمر انتالیس سال تھی ۔ ۳۶ ہجری جمادی الآخر میں آپ نے شہادت پائی ۔

آپ دلکش اور شاندار شخصیت کے مالک تھے ۔ دراز قد، متوازن جسم، گندمی رنگت، لمبے بال، چھدری داڑھی ہمیشہ چاق چوبند ۔ آپ نے چھ نکاح کیے بوقت شہادت چار ازواج موجود تھیں ۔ شہادت زبیر رضی اللہ عنہ پر ان کی زوجہ محترمہ سمیت بہت سے لوگوں نے مرثیے کہے لیکن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بڑا سچا اور عمدہ مرثیہ کہا ۔ "وہ نبی ﷺ کے طریقے پر قائم رہے ۔ وہ اہل حق سے محبت کرتے رہے اور حق بہت عمدہ چیز ہے ۔ انہیں رسول اللہ ﷺ سے قرابت قریبہ حاصل تھی، چنانچہ بہت سے مصائب زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کے ذریعے نبی کریم ﷺ سے دور کیے اور ان سے اسلام کو نصرت حاصل ہوئی پس ان کی مثل نہ کوئی ان سے پہلے تھا اور نہ قیامت تک ہوگا" ۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ روایت حدیث میں بہت محتاط تھے ۔ فرماتے تھے کہ جب سے اسلام لایا ہوں نبی کریم ﷺ سے جدا نہیں ہوا بہت کچھ زبان مبارک سے سنا ہے ۔ لیکن یہ فرماتے بھی سنا ہے کہ "جو مجھ پر جھوٹ بولے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے" ۔ اس احتیاط پسندی کی وجہ سے آپ سے صرف اڑتیس احادیث مروی ہیں ۔

پیکرانِ صبر و استقامت اور رومیوں کے مابین پہلی جنگ غزوۂ موتہ

مفتی امان اللہ خان قائم خانی
(استاذ و مسئول شعبہ تصنیف و تالیف قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی)

سات یا آٹھ ہجری میں جب رسول اللہ ﷺ نے دنیا کی مختلف سلطنتوں کے امراء و حکام کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے خطوط روانہ فرمائے تو ان میں سے ایک خط حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھی دیا، اور حکم فرمایا کہ یہ خط شرجیل کے پاس پہنچائیں۔ شرجیل نصرانی تھا جو ہرقل شاہ روم کی طرف سے ملک شام کا امیر تھا۔ جب حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ یہ خط لے کر موتہ کے مقام پر پہنچے تو شرجیل نے انھیں قتل کروادیا، حالانکہ قاصدین کا قتل ہر قوم اور ہر مذہب کے نزدیک باعث شرم اور سفارتی آداب کے خلاف تھا۔

جب آپ ﷺ کو اس حادثے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے تین ہزار نفوس پر مشتمل ایک جنگی لشکر تیار فرمایا، اور ان پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرما دیا۔ اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہوجائیں تو تم اپنا امیر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بنالینا، اگر یہ بھی شہید ہوجائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کرلینا، اور اگر یہ بھی شہید ہوجائیں تو باہمی مشورے سے جسے چاہیں اپنا امیر مقرر کرلینا۔ چونکہ آپ ﷺ نے اس لشکر میں یکے بعد دیگرے تین امراء کا تقرر خود فرمایا تھا اسی لیے اس لشکر کو جیش الامراء کہا جاتا ہے، یعنی امیروں کا لشکر۔

اس مہم کی مکمل تفصیلات مغازی میں مذکور ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مقابلے میں رومیوں نے دو لاکھ کا لشکر تیار کیا، ان تین ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کی جنگ ان ہی سے ہوئی اور یہ تینوں امراء یکے بعد دیگرے شہید ہوئے اور آخر میں مسلمانوں نے باہمی اتفاق رائے سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر لشکر بنا لیا، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑی بے جگری سے لڑے، بارہ شہید ہوئے جن میں ان تین امراء کے علاوہ دیگر انصار و مہاجرین صحابہ بھی شامل ہیں، بالآخر اللہ نے ان کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح و کامرانی سے نوازا۔ مگر یہاں ہم ان تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خصوصی ذکر کریں گے جو پیکر صبر اور جبل استقامت بھی رہے اور ان کا ولولہ انگیز کردار ہمارے قرطاس قلب پر انمٹ نقوش مرتب کرتا ہے۔

سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ :

یہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی ہیں۔ ابتدا میں اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ہونے کے ناتے آپ ﷺ سے انتہائی محبت بھرا والہانہ تعلق تھا۔ سیرت کی کتابوں میں ہجرت حبشہ کے موقع پر نجاشی بادشاہ کے سامنے ان کی وہ تقریر دلپذیر یاد کرنے کے قابل ہے جسے سن کر نجاشی کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ ہجرت حبشہ سے واپس لوٹے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ مدینہ میں خیبر کو فتح کرکے فارغ ہوئے تھے۔ جب جعفر رضی اللہ عنہ سامنے آئے تو آپ ﷺ نے بے تاب ہوکر آپ کو گلے لگالیا اور فرمایا کہ معلوم نہیں مجھے اتنی خوشی فتح خیبر کی ہورہی ہے یا جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے کی؟

غزوہ موتہ کے معرکے میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اسلامی جھنڈا فرمان رسول ﷺ کے مطابق آپ نے سنبھالا، اور کفار سے مقابلہ کرنا شروع کیا، رومیوں کا مکمل زور مسلمانوں کے امیر کی طرف تھا تاکہ ان کے ہاتھ سے جھنڈا گرجائے تو اسلامی لشکر سراسیمہ ہوکر تتر بتر ہوجائے۔ چنانچہ جب آپ مکمل طور پر دشمنوں کے نرغے میں پھنس گئے تو اپنے گھوڑے سے اتر آئے اور گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں تاکہ میرے گھوڑے سے یہ کفار کوئی فائدہ نہ اٹھا پائیں، چنانچہ شوق شہادت سے معمور پروانہ وار اشعار پڑھتے اور دشمنوں پر حملہ کرتے جاتے۔ لڑتے لڑتے آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو اسلامی جھنڈے کو بائیں ہاتھ میں سنبھالا تاکہ گرنے نہ پائے، بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا تو اسلامی جھنڈا گود میں سنبھال لیا اور اس کے بعد آپ شہید کردیے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے ان کو ان دونوں بازوؤں کے بدلے جنت میں دو پر عطا فرمائے ہیں، چنانچہ وہ اب جنت میں فرشتوں کے ساتھ جہاں چاہیں اڑتے پھرتے ہیں۔ آپ کی لاش کو

جب تلاش کیا گیا تو اس پر تیروں اور تلواروں کے نوے سے زائد زخم تھے۔ غزوہ موتہ میں عین جنگ کے موقع پر اللہ جل شانہ نے اپنی قدرت سے وہاں کے مناظر رسول اللہ ﷺ کے سامنے عیاں فرما دیے تھے، چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ کو جمع کرنے کے لیے الصلوۃ جامعۃ کی منادی کرائی، جب صحابہ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے، میدان کارزار آپ ﷺ کی نظروں کے سامنے تھا۔ آپ نے فرمایا کہ 'زید نے علم اسلام اپنے ہاتھ میں لیا اور کافروں سے خوب قتال کیا یہاں تک کہ شہید ہوا اور جنت میں داخل ہوا۔ زید کے بعد جعفر نے علم اسلام ہاتھ میں لیا اور اعداء اللہ سے خوب لڑا یہاں تک کہ شہید ہوا اور جنت میں داخل ہوا اور فرشتوں کے ساتھ جنت میں دو بازوؤں کے ساتھ اڑتا پھرتا ہے'۔ اسی بنا پر آپ کو طیار، یعنی اڑنے والا کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے ان کے بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرا اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی بیوی سمجھ گئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ کیوں روئے؟ کیا جعفر اور ان کے رفقاء کے متعلق آپ کے پاس کوئی اطلاع ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، آج وہ شہید ہو گئے۔ یہ سنتے ہی ان کی چیخ نکل گئی، خود آپ ﷺ پر بھی اس حادثہ فاجعہ کا گہرا صدمہ طاری ہوا، اپنے گھر جا کر فرمایا کہ جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو، وہ اپنے صدمہ سے دوچار ہیں، آپ ﷺ تین دن تک اسی غم میں مسجد میں تشریف فرما رہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ:

ان میں ایک شخصیت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی بھی ہے، جنھیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے بعد امیر مقرر کیا۔ آپ انصاری صحابی تھے، نہایت خدا ترس اور جانباز تھے۔ جب لشکر روانہ ہونے لگا تو یہ رونے لگے، لوگوں نے پوچھا کہ اے ابن رواحہ تم کیوں رو رہے ہو؟ اس پر فرمانے لگے کہ میں نے اللہ کی کتاب میں یہ آیت پڑھی ہے کہ تم میں سے ہر شخص کو جہنم پر آنا ہوگا۔ خدا کی قسم جب یہ چیز مقرر ہو ہی چکی تو مجھے یہ معلوم نہیں کہ جہنم پر آنے کے بعد جہنم سے میری واپسی کی کیا صورت ہوگی، میں اسی لیے رو رہا ہوں۔ جب لوگوں نے الوداع کہنا شروع کیا تو بلند آواز سے انتہائی پر سوز اشعار پڑھے جو رسول اللہ ﷺ کی نعت، آپ ﷺ کے فراق کے صدمہ اور شوق شہادت کی تمنا سے بھرپور تھے۔ ان اشعار کو سن کر رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں ثبات قدمی کی دعا فرمائی۔

جب مقام معان میں پہنچ کر مسلمانوں کے اس لشکر کو معلوم ہوا کہ رومیوں نے ہم تین ہزار کے مقابلے میں دو لاکھ کا لشکر جرار جمع کیا ہے، تو مسلمان باہمی مشورے کی غرض سے دو راتیں یہیں ٹھہرے رہے کہ پیش قدمی کی جائے یا رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیج کر مزید مجاہدین کو بلایا جائے۔ لیکن بالآخر وہ یہی عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے جنھوں نے آگے بڑھ کر تقریر فرمائی اور کہا کہ اے قوم! خدا کی قسم جس بات کو تم ناپسند کر رہے ہو وہ وہی شہادت ہے۔ جس کی تلاش میں تم نکلے ہو، ہم اپنی قوت وکثرت کی بنا پر کبھی کفار سے نہیں لڑتے، ہم تو محض دین اسلام کے لیے جنگ کرتے ہیں، یہی دین ہے۔ جس کی بنا پر اللہ نے ہمیں عزت بخشی۔ اس لیے اٹھو اور آگے بڑھو، دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ملے گی، یا کفار پر غالب آئیں گے یا شہادت کی نعمت سے سرفراز ہوں گے۔ ان کی اس تقریر دل پذیر پر تمام مسلمانوں نے لبیک کہا اور تیار ہو گئے۔

جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے بعد علم اسلام ان کے ہاتھ آیا تو گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھنے لگے۔ چند لمحوں کے لیے دل میں کچھ تردد یا جنگ کے منافی خیال آیا تو چند رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے اپنے نفس کو جہاد پر ابھارا اور پھر گھوڑے سے اتر کر پیش قدمی شروع کر دی۔ ان کے چچا زاد بھائی نے جب انھیں پاپیادہ دیکھا تو ایک ہڈی جس پر کچھ گوشت لگا ہوا تھا ان کے پاس پھینکی کہ اے بھائی! آپ تین دنوں سے بھوکے ہو، کچھ نہیں کھایا، ذرا اسے چوس لو اور پھر جہاد کرو۔ آپ نے ہڈی لے کر اسے ایک بار چوسا اور فوراً ہی یہ کہتے ہوئے وہ ہڈی زمین پر پھینک دی کہ اے نفس! لوگ جہاد کر رہے ہیں اور تو دنیا میں مشغول ہے، پھر دیوانہ وار تلوار لے کر آگے بڑھے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

ادھر مدینہ میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسی وقت یہ خبر دی کہ اب علم اسلام عبداللہ بن رواحہ نے سنبھال لیا، آپ ﷺ یہ فرما کر خاموش ہو گئے۔ انصار آپ ﷺ کی یہ خاموشی دیکھ کر گھبرا گئے کہ نا معلوم ان سے کوئی ناپسندیدہ بات سرزد ہو گئی ہو، مگر کچھ ہی دیر بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عبداللہ بن رواحہ نے بھی کافروں سے خوب جہاد و قتال کیا، یہاں تک کہ شہید ہوئے اور یہ تینوں امراء جنت میں اٹھا لیے گئے جہاں تخت زریں پر متمکن ہیں، لیکن میں عبداللہ بن رواحہ کا تخت کچھ ہلتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ مقابلے کے وقت انھیں چونکہ کچھ تردد لاحق ہوا

تھا، اس لیے عالم مثالی میں ان کے تردد کو ہلتے ہوئے تخت کے ذریعے دکھایا گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ :

آپ مہاجر صحابی ہیں، فتح مکہ سے کچھ پہلے مدینہ آکر اسلام قبول کیا۔ یہ پہلی بڑی جنگی مہم تھی جس میں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو بھیجا۔ جب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے تو تمام مجاہدین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ امیر لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہوں۔ چنانچہ آپ نے علم اسلام سنبھالا اور کفار سے قتال کیا، اگلے دن اپنی خصوصی جنگی مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے لشکر کی ترتیب میں تبدیلی کرتے ہوئے دائیں حصے کو بائیں اور بائیں حصے کو دائیں کر ڈالا۔ کفار یہ دیکھ کر کچھ گھبرا گئے اور سمجھے کہ شاید مسلمانوں کو نئی کمک آ پہنچی ہے اور ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ بالآخر مسلمانوں نے بھی خوب بڑھ کر حملے کیے اور اللہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ اور یہ معرکہ جمادی الاول 8 ہجری، ستمبر 629ء میں پیش آیا۔

ادھر مدینہ میں رسول اللہ ﷺ پر سے میدان جنگ کا پردہ ہٹا ہوا تھا اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کے بعد اب علم اسلام اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار کے ہاتھ میں آگیا، اور اسے اللہ نے سرخرو فرمایا۔ یہیں سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو "سیف اللہ" یعنی اللہ کی تلوار کا لقب ملا۔

الغرض جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور رومی جان بچا کر بھاگنے لگے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو ان کا پیچھا کر کے غنیمت جمع کرنے سے منع فرما دیا، اور آپ اپنی اس قلیل جماعت کو لے کر مدینہ واپس آ گئے۔ جب یہ لشکر مدینہ واپس ہوا تو آپ ﷺ ان کا استقبال کرنے مدینہ سے باہر تشریف لائے۔

قارئین کرام! یہ اس پہلی جنگ کا حال ہے جو مسلمانوں نے رومیوں سے لڑی، جس طرح اس پہلی جنگ میں اللہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتحیاب کیا، اسی طرح بعد میں آنے والے کئی سالوں تک یہ اسلامی سپہ سالار رومی کفار کے لیے دہشت کی علامت بنے رہے، اور پے در پے رومی علاقے مسلمانوں کی فتوحات میں شامل کرتے چلے گئے۔ لیکن شوق و تمنائے شہادت دل میں لیے بالآخر بستر پر ہی آپ کی وفات ہوئی۔

جزی اللہ عنا محمداً واصحابہ۔ اللہ جل شانہ ہماری طرف سے نبی خاتم المرسلین حضرت محمد ﷺ اور آپ کے جانباز و جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جزائے خیر عطا فرمائے جنھوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر دین اسلام کی یہ نعمت عظمیٰ ہم تک پہنچائی۔ آمین۔

حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ازراہ تفنن فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تمنائے شہادت کبھی پوری ہونا ممکن ہی نہ تھا، کیونکہ جسے خود رسول اللہ ﷺ اللہ کی تلوار فرما دیں تو کسی کافر میں کیا مجال کہ وہ خدائی تلوار کو توڑنا تو درکنار موڑ کر ہی دکھا دے؟

******

تکبر اور اس کا علاج

حافظ محمد اسد

استاذ قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

تکبر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتے ہیں "عزت میری ازار اور کبریائی (بڑائی) میری چادر ہے چنانچہ جو شخص ان دونوں میں سے کوئی شے مجھ سے کھینچے گا میں اسے عذاب دوں گا"۔ (مسلم: 6680)

تکبر بہت سی بیماریوں کی جڑ ہے یہ ایسا مرض ہے جس میں مبتلا مریض کبھی اپنے آپ کو بیمار نہیں سمجھتا۔ کبر کے معنیٰ ہیں اپنے آپ کو دوسرے کے مقابلے میں بڑا سمجھنا اور ظاہر ہے جب اپنے آپ کو اچھا سمجھے گا تو معاملات میں، گفتگو میں، میل جول میں اس کا اظہار بھی ہو جائے گا۔ ہمارے معاشرے میں ہر خاص وعام اس بیماری میں مبتلا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے اخلاق و کردار میں وہ اعلیٰ صفات جو کبھی اس امت محمدی ﷺ کا خاصہ ہوا کرتی تھیں ڈھونڈنے سے نہیں ملتیں۔ امت میں صحابہ وتابعین سے لے کر موجودہ زمانے کے صالحین کاملین تک جس کو جو کمال حاصل ہوا ہے وہ اپنے باطن کی اصلاح ہی کی بدولت ملا ہے وہ صرف صوم وصلوۃ کے پابند ہی نہیں تھے بلکہ کبر و نخوت، تحقیر و توہین، حب جاہ جیسے باطنی امراض سے بھی مجتنب تھے اور اپنی باطنی اصلاح کی ہر وقت فکر میں رہتے تھے۔

علم و معرفت کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ تکبر ہے خود نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَّكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً قَالَ: إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ۔ (مسلم، رقم: 265)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "جس کے دل میں رائی کے ایک دانے کے برابر بھی غرور ہو، وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ایک آدمی نے کہا کہ آدمی کو یہ پسند ہوتا ہے کہ اُس کا لباس عمدہ ہو اور اُس کا جوتا عمدہ ہو (کیا یہ سب غلط ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ خود بھی خوبصورت ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر تو حق کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے"۔

معلوم ہوا کہ تکبر کی اصل حقیقت حق کا انکار اور دوسروں کو حقیر سمجھنا ہے۔ بعض لوگ خود کو اتنی بڑی چیز سمجھنے لگتے ہیں کہ انہیں یہ باور کرانا نہایت مشکل ہو جاتا ہے کہ جس چیز کو وہ جانتے اور مانتے ہیں حق اس کے سوا کچھ اور بھی ہو سکتا ہے یا ان کے سوا کوئی اور شخص بھی کسی احترام یا اعتراف کا مستحق ہو سکتا ہے۔ یہ اپنی عزت وشرف کو اللہ کا فضل سمجھنے کے بجائے اپنا پیدائشی اور موروثی حق سمجھتے ہیں یا اپنی قابلیت کا ثمرہ خیال کرتے ہیں۔ جبکہ انسان کے لیے سب سے مہلک چیزوں میں ایک چیز خود فریبی ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ رسول الله ﷺ: ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ، وَثَلَاثٌ مُنَجِّيَاتٌ، فَقَالَ: ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ: شُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِه. وَثَلَاثٌ مُنَجِّيَاتٌ: خَشْيَةُ اللهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَصْدُ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى وَالْعَدْلُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا۔ (السلسلة الصحيحة: 1355)

تین عادتیں ہلاک کرنے والی ہیں اور تین عادتیں نجات دلانے والی ہیں:

ہلاک کرنے والی عادتیں یہ ہیں: انتہائی بخل، خواہش پرستی، اور خود پسندی۔

اور تین عادتیں نجات دلانے والی یہ ہیں: ظاہر اور پوشیدہ میں اللہ کی خشیت، محتاجی اور غنیٰ میں میانہ روی، غصے اور خوشی میں انصاف کرنا۔

قرآن مجید میں جہاں بھی شیطان لعین کی نافرمانی کا ذکر ہے وہاں باربار یہ الفاظ آتے ہیں (أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ) اس نے انکار کیا اور تکبر کیا۔ گویا تکبر ہی انکار کی اصل وجہ بنی ورنہ شیطان کے پاس اللہ کا دیا ہوا بہت سا علم تھا۔ مگر اس کا علم کچھ کام نہ آیا، تکبر نے اسے اللہ کی رحمت سے ہمیشہ کے لیے دور کر دیا۔

دراصل خود کو اچھا سمجھنا اور دوسرے کو کمتر سمجھنا تکبر کی بنیاد ہے جو کسی بھی اعتبار سے جائز نہیں۔ جب بندہ اپنی نظر میں حقیر ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کی نظر میں عزت

والا ہوتا ہے اور جب اپنی نظر میں اچھا اور بڑا ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کی نظر میں حقیر اور ذلیل ہوتا ہے ۔ معاصی سے نفرت واجب ہے لیکن عاصی سے نفرت حرام ہے ۔ یہاں تک کے کسی کافر کو بھی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو کیوں کہ ممکن ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر مقدر ہو چکا ہو ۔ البتہ اس کے کفر سے نفرت کرنا ضروری ہے ۔ جب حق تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ چاہے تو بڑے سے بڑا گناہ بغیر سزا کے معاف کر دے اور چاہے تو چھوٹے گناہ پر گرفت کر کے عذاب میں پکڑ لے تو پھر کس منہ سے آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور کیسے کسی مسلمان کو حقیر سمجھے ، خواہ وہ کتنا ہی گناہ گار ہو۔

امام غزالی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ولایت وقرب کو حق تعالیٰ نے بندوں اور اپنے درمیان مخفی رکھا ہے لہذا کسی بندے کو خواہ وہ کیسا ہی گناہ گار ہو حقیر نہ جانو کیا خبر کہ شاید یہی بندہ علم الہی میں ولی ہو اور اس کی ولایت کسی وقت بھی توبہ صادقہ اور اتباع سنت کی صورت میں ظاہر ہو جائے ۔ جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ بعض بندے زندگی بھر رند بادہ نوش ، مست وخراب بادہ اور فسق وفجور میں مبتلا رہتے ہیں اور اچانک اُن میں تبدیلی آجاتی ہے اور توبہ کر کے پاک صاف ہو جاتے ہیں جیسے کوئی حسین شہزادہ جس کے چہرے پر کالک لگی ہو اور اچانک صابن سے منہ دھو کر چاند کی طرح روشن چہرے والا ہو جائے ۔ (روح کی بیماریاں اور اُن کا علاج از شاہ حکیم اختر)

جان لیجئے کہ تکبر ایک ایسے موذی مرض کی طرح ہے جس کی اگر بروقت تشخیص ہو جائے تو اس کا علاج ممکن ہے لیکن اگر خدا نخواستہ اس کا علاج نہ کیا گیا تو یہ انسان کو ہلاک کر کے جہنم کا مستحق بنا کر چھوڑتا ہے ۔ اور افسوس کہ بندہ اسی گھمنڈ میں رہتا ہے کہ وہ صحیح ہے ۔ اب چاہیے یہ کہ جیسے ہم اپنے ظاہری امراض کی علامات پیدا ہوتے ہی کسی معالج کا رخ کرتے ہیں بالکل اسی طرح باطنی امراض کی علامات کو بھی جانیں اور اس کے علاج کی فکر کریں ایسا کرنا ہماری دینی ذمہ داری ہے ۔ تکبر کی علامات میں سب سے ابتدائی علامت "حب جاہ" کا پیدا ہونا ہے یعنی اپنی تعریف چاہنا مگر دوسروں کو حقیر نہ سمجھنا اب اگر اسی وقت علاج ہو جائے مثلاً انسان ذرا غور کرے کہ اگر مجھے کوئی صلاحیت ملی ہے جس پر میری تعریف ہو رہی ہے تو یہ میری نہیں میرے خالق کی تعریف ہے جس نے مجھ جیسے ناکارہ کو یہ خوبی عطا کی ہے ۔ اس میں میرا کیا کمال ہے بار بار یہ سوچتا رہے اور شکر ادا کرتا رہے تو کافی مفید ثابت ہوگا ۔ لیکن اگر خیال نہ کیا گیا تو اب اگلا مرحلہ شروع ہو جائے گا جسے 'فخر' کہتے ہیں اور یہ اس بیماری کی دوسری علامت ہے اب انسان خود سے اپنی تعریف کرنا شروع کر دے گا اور اگر اس کی تعریف نہیں کی جائے گی تو اس کو تعجب ہوگا اور سوچے گا کہ لوگ اس کی تعریف کرنے میں بخیل ہیں یا شاید حسد کی آگ میں جل رہے ہیں اس لیے کچھ نہیں کہتے ورنہ مجھ جیسا علم وہنر رکھنے والا آج کے زمانے میں کہاں ہے یہ خود پسندی کی انتہا ہے ۔ اب مرض شدت اختیار کر چکا ہے لیکن ابھی لا علاج نہیں ہے ۔ اگر کسی مربی کسی بزرگ کی صحبت میں جاتا اور اپنی باطنی حالت بتاتا تو ممکن تھا کہ اصلاح ہو جاتی لیکن خود پسندی کے نشے میں اُسے اب ہوش ہی کہاں رہتا ۔ اب "تکبر" کا وہ مرحلہ شروع ہو گیا جہاں سے اس کا مرض ہلاکت خیز صورت اختیار کر گیا اور اب یہ کیفیت طاری ہے کہ کسی کی بات سننا ، کسی سے مشورہ کرنا ، کسی کو اپنا بڑا سمجھنا یہ اس کے لیے کبھی تیار نہیں ہوگا لہذا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کبھی علمائے کرام اور بزرگوں کو تنقید کا نشانہ بنا رہا ہے ۔ کبھی اپنے خاندان کے بڑوں کا مذاق اڑا رہا ہے اور کبھی کسی سے جھگڑا کر رہا ہے کیوں کہ وہ کسی صورت بھی اپنے آپ کو غلط نہیں سمجھتا اس کے نزدیک ساری دنیا تو غلط ہو سکتی ہے مگر وہ نہیں ۔

اسی مرض کی ضد یہ ہے کہ بعض لوگ "تکبر" سے تو کوسوں دور ہوتے ہیں لیکن اپنے آپ کو اس قدر حقیر اور ذلیل سمجھتے ہیں کہ گویا ان کے لیے اپنی تذلیل ہی پسندیدہ ہو جاتی ہے یہ لوگ اکثر اپنے اُن گناہوں کا تذکرہ بھی برملا کر دیا کرتے ہیں جن کو وہ اور اُن کا رب جانتا ہے ۔ اب ہر بات میں اپنی عاجزی اور کمتری کا اظہار کرنا مثلاً یہ کہنا میں بہت گھٹیا ، ناکارہ اور حقیر سا آدمی ہوں اب آپ کو کیا بتاؤں میں جوانی کے دنوں میں کیا کرتا رہا ہوں وغیرہ یہ طرز عمل اصلاً تو تکبر کی ضد ہے لیکن دینی مزاج کے خلاف ہے ہمارا دین ہمیں اپنے گناہوں کا چرچا کرنے سے منع کرتا ہے بلکہ اپنے گناہوں کا اظہار مخلوق کے سامنے کرنے والے کے لیے سخت وعید آئی ہے چاہیے کہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا شخص اپنے دوست احباب کے پاس اس کو بیان نہ کرے ، گناہ چھپانے کی چیز ہے لہذا حیا اور خوف خدا کا تقاضا ہے کہ کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس پر پردہ ڈالا جائے اور ہر ممکن اس کو چھپانے کی کوشش ہو اور اللہ سے اس کی مغفرت طلب کی جائے ۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص کسی معصیت کا ارتکاب کرے اور پھر لوگوں کے سامنے اس کو بوتا پھرے تو اس حرکت پر اللہ سخت غضب ناک ہوتا ہے اور اس گناہ کو وہ معاف نہیں کرتا ، کیونکہ اپنے گناہ کو عام کرنے اور لوگوں کے سامنے اظہار کا مطلب ہے کہ ایسے شخص کو اپنی حرکت پر ندامت نہیں ، نہ عذاب کا خوف ہے اور نہ گرفت کا احساس ، گویا وہ اپنے گناہ پر سخت جری ہے ۔ ظاہر ہے کہ جس شخص کو اپنی معصیت پر ندامت کے بجائے جسارت اور تکبر ہو جائے اس کی معافی کا کیا سوال ہے ؟

رسول اکرم ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا "میری امت کے ہر فرد کو معاف کر دیا جائے گا سوائے ان لوگوں کے جو اپنے عیوب اور گناہوں کو ظاہر کرتے ہیں، بلاشبہ یہ بات بڑی جسارت کی ہے کہ کوئی شخص رات میں کوئی برا کام کرے اور جب صبح ہو تو جس کو اللہ نے چھپا لیا تھا اس کو وہ لوگوں سے کہتا پھرے کہ اے لوگو! میں نے گزشتہ رات ایسا ایسا برا کام کیا ہے حالانکہ اس کے پروردگار نے تورات میں اس کے گناہ کی پردہ پوشی کی تھی اور اس نے صبح ہوتے ہی اللہ کے پردے کو چاک کر دیا"۔ (صحیح بخاری)

یاد رکھیں تکبر اور تذلّل دو انتہائیں ہیں جن میں درمیانی راہ تواضع ہے اور تواضع کا تعلق قلب اور روح سے ہے اس کا تعلق جسم سے نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا مبارک ارشاد ہے۔

عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيّ رضی اللہ عنہ ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ دَرَجَةً، رَفَعَهُ اللهُ دَرَجَةً حَتّٰى يَجْعَلَهُ فِي عِلِّيِّيْنَ، وَمَنْ تَكَبَّرَ عَلَى اللهِ دَرَجَةً وَضَعَهُ اللهُ دَرَجَةً حَتّٰى يَجْعَلَهُ فِي اَسْفَلِ السَّافِلِيْنَ))۔ (مسند احمد: 9248)

"جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک درجہ تواضع اختیار کی، اللہ تعالیٰ اسے ایک درجہ بلند کر دے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے علیین تک بلند فرما دے گا، اور جس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے تکبر کیا، اللہ تعالیٰ اسے ایک درجہ نیچے گرا دے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے سب سے نچلے اور گھٹیا طبقے میں گرا دے گا"۔

جب انسان کے اندر تواضع پیدا ہوتا ہے تو پھر ہر نعمت و قابلیت کو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی عطا سمجھتا ہے اٹھتے بیٹھتے شکر بجا لاتا ہے ہر وقت زبان پر (اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ) کا کلمہ جاری رہتا ہے ہمارے علمائے کرام اور اسلاف کا یہی طریقہ رہا ہے۔ لہٰذا اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی جو نعمت حاصل ہو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہر وقت برستی ہیں۔

(وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا) "اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہیں کر سکو گے"۔ (سورۃ النحل: 10)

مفسرین فرماتے ہیں، بندے کی تخلیق میں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی جتنی نعمتیں ہیں جیسے تندرست بدن، آفات سے محفوظ جسم، صحیح آنکھیں، عقلِ سلیم، ایسی سماعت جو چیزوں کو سمجھنے میں معاون و مددگار رہے، ہاتھوں کا پکڑنا، پاؤں کا چلنا وغیرہ اور جتنی نعمتیں بندے پر فرمائی ہیں، جیسے بندے کی دینی اور دنیوی ضروریات کی تکمیل کے لیے پیدا کی گئیں تمام چیزیں، یہ اتنی کثیر تعداد میں ہیں کہ ان کا شمار ممکن ہی نہیں حتّٰی کہ اگر کوئی اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی چھوٹی سی نعمت کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرے تو وہ حاصل نہ کر سکے گا تو ان نعمتوں کا کیا کہنا جنہیں تمام مخلوق مل کر بھی شمار نہیں کر سکتی، اسی لیے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اگر تم میری نعمتوں کو شمار کرنے کی کوشش کرو اور اس کام میں اپنی زندگیاں صَرف کر دو تو بھی اس پر قادر نہیں ہو سکتے"۔

شکر گزار بندے پر شیطان کا داؤ نہیں چلتا جب شیطان نے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ سے مہلت مانگی تھی کہ میں تیرے بندوں کو بہکاؤں گا تو کہا تھا کہ

(وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ) "اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا"۔ (سورۃ الاعراف: 27)

مطلب یہ کہ اکثر لوگ ناشکری کریں گے اور میرا کام (یعنی گمراہ کرنا) آسان ہو جائے گا۔ خاص کر نیک لوگ اپنی نیکی کے تکبر میں اپنی نیکیوں کو ضائع کر دیں گے اور بے خبر رہیں گے۔ یاد رکھیں جب کبھی اپنی کسی اچھی صفت پر نگاہ جائے تو اس پر اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اے اللہ! آپ نے اپنے فضل و کرم سے یہ صفت عطا فرمائی ہے، میں اس کا مستحق نہیں تھا، جس وقت آدمی یہ تصور کرے گا تو ان شاء اللہ تکبر کی جڑ کٹ جائے گی۔ یاد رکھیں اپنے آپ کو ناکارہ اور ناچیز کہنا تواضع نہیں بلکہ ناکارہ سمجھنا تواضع ہے۔ حقیقی متواضع شخص تکلفاً اپنی تحقیر نہیں کرتا لیکن دل میں ہر وقت اپنے عیوب پر نظر رکھتا ہے۔

بقول بہادر شاہ ظفر،

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حقیقی معنوں میں تواضع کی دولت عطا فرمائے اور تکبر، حب جاہ اور فخر جیسے مہلک امراض سے بچنے کی کامل توفیق عطا فرمائے کہ ہر دم، ہر آن اس رب کائنات کا شکر بجا لائیں۔ آمین یارب العالمین۔

تہذیب انسانی کی اصل بنیاد

جہانگیر احمد قریشی

لیکچرار، علامہ اقبال گورنمنٹ کالج، کراچی

زمینی حقائق اور انسانی دعوؤں میں اکثر تضاد پایا جاتا ہے۔ سچائی سے چشم پوشی اختیار کر کے اپنے فکری میلانات کو ترجیح اور فوقیت دینا انسانی فطرت کا خاصّہ ہے۔ قوموں کے حالات میں مکمل تغیر وتبدل کسی جزوی تبدیلی سے رونما نہیں ہوسکتا۔ انسانوں کی فلاح اُس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک اُن کے خمیر میں شامل شر کے مادے کے رخ کو نہ موڑ دیا جائے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "نفسِ انسانی کے داعیات کا ازالہ نہیں "امالہ "کرنا ضروری ہے"۔ حضرت نے بالکل صحیح فرمایا کہ نفسانی تقاضوں کا ازالہ انسان کے اختیار ہی میں نہیں، یہ تو فطری تقاضے ہیں ان کو نکال کر نہیں پھینکا جاسکتا ہے البتہ اس کے رخ کو تبدیل کیا جاسکتا ہے یہ کام کسی حد تک انسان کی دسترس میں ہے۔

ہمارے دانشور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آج انسان تہذیب و تمدن کی تمام نعمتوں سے سرفراز ہورہا ہے، انسانی تاریخ ایک طویل سفر طے کر کے آج اس نظام کو تشکیل دے چکی ہے جو انسانیت کی فوزوفلاح اور ترقی و خوشحالی کی ضامن ہے۔ کمیونزم کا بت پاش پاش ہوچکا اور جمہوریت امن و آشتی کا پیغام لے کر آچکی ہے۔ جس میں ہر انسان کے مساوی حقوق موجود ہیں، مگر اس دعوے کے برخلاف موجودہ دور کے حالات کی جو تصویر سامنے آتی ہے، وہ تو یہ ہے کہ انسانیت ظلم واستحصال، وحشت و درندگی اور احترامِ انسانی سے محروم غربت و افلاس کی چکی میں پسنے اور حیوانوں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ پھر فلاح کہاں ہے؟ انسانیت کی اعلیٰ اقدار کیوں عنقا ہیں؟ یہ کیسا نظامِ حکومت ہے جس میں انسان اپنی بنیادی ضرورتوں کو بھی پورا نہیں کرسکتا۔ موجودہ تہذیب میں شر کی قوتوں کو خیر پر غلبہ حاصل ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آج کی تہذیب انسان کے گھمبیر مسائل کے حل کے لیے سودمند نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی تہذیب بھی اللہ سے تعلق توڑ کر ثمر بار نہیں ہوسکتی۔ اور اعلیٰ انسانی اقدار کے بغیر ہر تہذیب کھوکھلی ہے۔

تہذیبیں کسی بھی خطے کے حالات اور اس پر بسنے والوں کی روایات اور ان کے معاشی و سیاسی اور معاشرتی تقاضوں کے تحت اپنی صورت گری کرتی ہیں۔ اسلامی تہذیب نے بھی جزیرہ نمائے عرب میں جنم لیا۔ یہ ایک اعلیٰ اخلاقی، محبت و رواداری، اخوت و یگانگی پر مشتمل اور نفرت و تعصب سے عاری بے مثال تہذیب تھی۔ جس کا دامن کریمی ہر مذہب اور رنگ و نسل کے لیے پھیلا ہوا تھا۔ ایک کلمے کا زبانی اقرار اور اللہ کی وحدانیت پر ایمان کامل ہر رنگ و نسل اور مذہب کے انسان کو اپنے دامنِ رحمت میں سمیٹ لیتا تھا۔ اسلامی تہذیب کا سب سے بڑا اور اہم وصف اس کا حسنِ اخلاق ہے اور یہ وہ وصف ہے جس سے دنیا کی ہر تہذیب کا دامن خالی ہے۔

حیاتِ دنیوی کے خدوخال اور انسانیت کی بھلائی کو وضع کرنے والی قومیں آج انسانیت سوز عمل کا مظاہرہ کررہی ہیں۔ افغانستان، عراق، برما اور کشمیر میں انسانوں کا خون بے دردی سے بہایا جارہا ہے، انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا جارہا ہے۔ اس تناظر میں کون یہ کہہ سکتا ہے کہ موجودہ تہذیب اور انسانوں کا تشکیل دیا ہوا نظامِ انسانیت کے لیے امن و سلامتی کا پروانہ ہے۔

اگرچہ اس میں شک نہیں کہ اس دور کے مسلمان بھی اپنی تہذیبی اقدار کو چھوڑ کر مادّہ پرستی کی دوڑ میں شامل ہوگئے ہیں۔ عصرِ حاضر میں مسلمانوں کی پستی، اور نکبت و اِدبار کی وجہ اللہ کے احکام سے منہ موڑ کر اس دنیا کے وسائل پر بھروسہ کر کے زندگی کے روز و شب کو ترتیب دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے رزق کی ذمہ داری خود لی تھی اور اپنے دین کو اس سرزمین پر نافذ و قائم کرنے کی ذمے داری بندوں کو سونپی تھی۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؁ (سورۃ آلِ عمران: 104)

"اور تمہارے درمیان ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جس کے افراد (لوگوں کو) بھلائی کی طرف بلائیں، نیکی کی تلقین کریں، اور برائی سے روکیں۔ ایسے ہی لوگ فلاح

پانے والے ہیں"۔

اور رزق کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (سورۃ ھود:06)

"اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ نے اپنے ذمہ نہ لے رکھا ہو۔ وہ اس کے مستقل ٹھکانے کو بھی جانتا ہے اور عارضی ٹھکانے کو بھی۔ ہر ایک بات ایک واضح کتاب میں درج ہے"۔

بنی اسرائیل نے بھی اپنے رسول موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝ (سورۃ المائدہ:24)

"موسیٰ جب تک وہ لوگ وہاں ہیں، ہم کبھی وہاں نہیں جاسکتے (اگر لڑنا ہی ضروری ہے) تو تم اور تمہارا اللہ جاؤ اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے"۔

کم و بیش کچھ یہی حال آج مسلمانوں کا ہے، جو ذلت و رسوائی کبھی پچھلی امتوں پر تھوپی گئی تھی، آج وہ امت مسلمہ کا مقدر بن چکی ہے۔

تہذیب کوئی بھی ہو اگر وہ اپنی اصل بنیاد سے ہٹ جائے گی تو نتیجہ وہ ہی بر آمد ہوگا جو آج نوشتہ دیوار ہے۔ آج کا عالمی بندوبست، دولت و وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کا ذمہ دار ہے اور یہ وہ نظام ہے جو اعلیٰ اقدار اور انسانیت نواز بنیادوں پر نہیں بلکہ مادّی منفعت اور معیشت سے بھرپور فوائد سمیٹنے پر مبنی ہے۔ اس نظام کے پھیلاؤ سے باہمی نفرت اور خون ریزی کے سوا کچھ حاصل نہیں۔

خون آشامی مغرب کے مزاج میں رچی بسی ہے اور اسی خباثت نے ماضی میں دو خوفناک جنگوں کو جنم دیا جس کی فکر میں اقتصادی بالادستی کا جنون کارفرما تھا۔ مغرب کے اس جنون نے ہی اقوامِ عالم کو مادّہ پرستی کی آگ میں جھونکا ہے۔ خود کو اعلیٰ تہذیب و تمدن اور امن و مساوات کے علم بردار کہنے والے خود سب سے بڑے دہشت گرد ہیں۔ انہوں نے اپنی عسکری، مادّی اور جدید ٹیکنالوجی سے دنیا کی آنکھوں کو چکاچوند ہی نہیں کیا بلکہ دنیا میں زندگی گزارنے کا ایک اور ہی راستہ دکھا دیا ہے، جو اگرچہ بڑا خوشنما اور دل فریب ہے مگر باطنی طور پر اخلاقی گراوٹ، انسانیت سے عاری اور تہذیب انسان پر بدنما داغ ہے۔ یہ راستہ انسان کو بند گلی میں پہنچا دیتا ہے۔ اور اس میں انسان کی حالت اس کبوتر کی مانند ہوتی ہے جس کے پروں کو باندھ کر فضا میں اچھال دیا گیا ہو۔

کم ترین نصیحت جس پر عمل کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔ اگر آپ اس نصیحت پر عمل کرنے سے بھی قاصر ہو تو اس کا مطلب ہے کہ آپ اللہ کے بندوں کو نصیحت کے فریضے سے مکمل طور پر دستبردار ہو چکے ہو۔ وہ نصیحت یہ ہے:

کسی انسان سے کبھی ایسی بات کو پسند نہ کرو جو اللہ کو پسند نہ ہو، اور اسی طرح کسی انسان کی کبھی ایسی بات کو ناپسند مت کرو جو اللہ کو پسند ہو۔

(آداب النفوس از امام حارث بن عبداللہ محاسبی رحمۃ اللہ علیہ)

ماحول کے شخصیت پر اثرات

راحیل گوہر صدیقی

معاون شعبہ تصنیف و تالیف

انسان جب خود کو اپنے عمل اور زندگی کے معاملات میں کسی پابندی، حدود و قیود اور قدغن سے قطعی آزاد سمجھ لیتا اور کسی بالاتر ہستی کے سامنے جواب دہی کے خوف کو اپنے قلوب و اذہان سے دور کر دیتا ہے، تب وہ بے راہ روی کی راہ پر چل پڑتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۙ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۙ (سورۃ العلق: 06-07)

"حقیقت یہ ہے کہ انسان سرکش ہو جاتا ہے، جب کہ وہ اپنے آپ کو غنی (بے نیاز) دیکھتا ہے"۔

یہ حقیقت ہے کہ گناہ میں لذت و حلاوت اور چاشنی کا احساس زیادہ ہوتا ہے اور لذائذ نفسانی کی مقناطیسی کشش سے انسان اس کی جانب کشاں کشاں چلا جاتا ہے۔ گناہوں کی کشش اور انسان کے وجود میں آتش شوق کی ایک بڑی وجہ ہر انسان کا وہ ماحول ہوتا ہے جو اس کی زندگی کے خدوخال پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ صالح اور پاکیزہ ماحول میں انسان ایک نیکوکار شخص کی صورت میں ڈھل جاتا ہے جب کہ برا اور اخلاق باختہ اور لہو و لعب میں ڈوبا ماحول انسان کی فکر و عمل میں نفسانیت، زیغ و ضلال اور گناہوں کا زہر گھول دیتا ہے اور اس کے وجود میں سفلی جذبات پرورش پانے لگتے ہیں۔ اور اس کی شخصیت مسخ ہو کر رہ جاتی ہے، نفس امارہ کے پر زور تقاضے اسے گناہ پر اکساتے ہیں اور وہ کثافت سے آلودہ زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات رشتوں کا تقدس پامال کرتے ہوئے بھی اس کا دل نہیں کانپتا۔ نفس امارہ کو سیراب کرنے کا جنون انسان کو احسن تقویم کے مقام رفیع سے اسفل السافلین کی پستیوں میں گرا دیتا ہے۔ موجودہ ترقی یافتہ دور میں جو بے راہ روی کا سیلاب اسلامی معاشروں میں داخل ہو گیا ہے اس نے امت مسلمہ کے اخلاقی اقدار کا جنازہ نکال دیا ہے۔

اس ترقی یافتہ دور کی ایجادات نے جہاں دنیا کو ایک طرف بے شمار مادی سہولتیں فراہم کی ہیں تو دوسری طرف تشویش ناک صورت حال یہ ہے کہ ہماری نوجوان نسل کی ایک کثیر تعداد فحش اور اخلاق باختہ امور میں پوری طرح ڈوبنے کی طرف مائل ہے۔ موبائل فون کا اخلاق سے عاری استعمال، انٹرنیٹ جس پر انگلی کے ایک ٹچ سے عریانیت، فحاشی اور گندگی کے اتنے نظارے کمپیوٹر کی اسکرین پر کھل جاتے ہیں کہ جن کا سلسلہ ختم ہونے نہیں پاتا۔ والدین اور سرپرستوں کی طرف سے دی ہوئی سہولتیں، پھر سائبر کیفے کا خلوت کا ماحول نئی نسل کے کچے ذہنوں کو زہر آلود کر رہا ہے، کیوں کہ تنہائی گناہوں کو مہمیز دیتی اور ان کی ہمت بندھاتی ہے۔ افسوس! اس طرف نہ بچوں کے سرپرستوں کا کوئی دھیان جاتا ہے اور نہ حکومتی سطح پر ہی کوئی اس کی روک تھام ہے۔ پھر بچوں کی اخلاقی تربیت کا کہیں کوئی انتظام نہیں ہے۔ گھروں میں نہ مدرسوں اور اسکول و کالجوں اور نہ جامعات کے ماحول میں، ان کی ترجیحات میں محض اپنے نصاب کو مکمل کرانا پیشِ نظر ہوتا ہے، بچوں کی اخلاقی تربیت کرنا اور نوجوان نسل کو معاشرے کا ایک اچھا اور صالح فرد بنانے کا کوئی تصور ہی باقی نہیں رہا ہے۔ مادی آسائشوں اور زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کا جنون انسانوں کی اولین ترجیحات میں شامل ہے۔ چنانچہ جب انسان انسانوں کی تربیت کی طرف سے غافل ہو جاتے ہیں تو پھر شیطانی قوتیں اپنی تربیت کرنے پر کمر بستہ ہو جاتی ہیں۔ اور اس طرح پوری نسل کج روی کا شکار ہونے لگتی ہے۔ اس لیے کہ گناہ اور اس میں لپٹی زندگی تو ہے ہی ایک لذت آمیز شے!

ان برے راستوں سے خبردار کرتے ہوئے ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (سورۃ التحریم: 06)

"اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے"۔

ڈاکٹر حمید اللہ "الوثائق السیاسۃ" میں لکھتے ہیں: عمل صالح اور ایمان لازم و ملزوم ہیں۔ بقول امام غزالی، انسان کے ظاہر اور باطن کے درمیان رشتہ ایسا گہرا رہا ہے کہ ہمیشہ ایک کا دوسرے پر انعکاس ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ قلب کی حالت جسم انسانی کے خارجی افعال سے بہت متاثر ہوتی ہے۔ بقول شاہ ولی اللہ انسان اپنے ارادے

اور اختیار سے جو عمل بھی انجام دیتا ہے وہ اس کے باطن اور نفس ناطقہ میں ایک پائیدار اثر چھوڑتا ہے، جو کہ اس عمل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اُس عمل کی نوعیت کے مطابق انسان کا نفس نورانی بن جاتا ہے یا اس پر ظلمت آجاتی ہے۔ "واقعہ یہ ہے کہ ایمان کا رشتہ فکر و عمل سے منقطع ہو جائے تو وہ محض ایک بے جان نظریہ بن کر مردہ و جامد ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قلب کے تزکیے اور شخصیت کی نشو و نما میں عمل صالح کی اہمیت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ انسان کا انفرادی شعور اور سماجی ماحول سب انسان کی تہذیب نفس میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ تاہم انسان کا اپنا کردار و عمل بھی خود اس کے کردار کی تشکیل و تعمیر میں معین و معاون بنتا ہے۔ چونکہ انسان بڑی حد تک با اختیار ہے اور اسی اختیاری وصف کی وجہ سے اس کو تمام موجودات عالم پر فضیلت حاصل ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۟ (سورۃ بنی اسرائیل: 70)

"اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی"۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بے راہ روی، نظری اور عملی گمراہی، خباثتوں اور پاکیزگی و باطنی طہارت سے عاری اس معاشرے میں سدھار لانے کی کیا صورت ہے؟

معاشرے کے اس ماحول میں ایک انقلابی تبدیلی لانے کے لیے سب سے پہلی ترجیح، نسلِ نو میں عصری علوم کے ساتھ دینی تعلیم کو لازمی نصاب میں شامل کیا جائے۔ اصل میں جب سے ہم نے دین اور دنیا کو الگ خانوں میں بانٹ دیا ہے جب سے ہی ذہن و دل کی فضا نت نئی کثافتوں سے آلودہ ہو گئی ہے۔ ہدایت حاصل کرنے کا واحد ذریعہ علم دین ہے۔ دین کا علم انسان میں اخلاقی اقدار، حیا اور ایمان کا تصور اجاگر کرتا ہے۔ ایمان جتنا پختہ ہوتا جائے گا انسان کے کردار و عمل میں صالحیت کا رنگ گہرا ہوتا جائے گا۔ کیوں کہ دل میں ایمان کی مضبوطی کا ظہور انسان کے ظاہری اعمال سے ہوتا ہے اور انسان نفس امارہ کے زہریلے کانٹوں سے اپنے دامن کو بچاتے ہوئے زندگی کی پگڈنڈیوں پر سفر شروع کرتا ہے۔ اس کی عبادت اس کے معاملات، اس کے طرز زندگی کے تمام خدو خال اور اس کی سیرت اس سانچے میں ڈھل جاتی ہے جو مطلوب خداوندی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر بھی لازمی آتا ہے۔ عمل صالح منطقی نتیجہ ہے قلبی اور راسخ الایمانی کا۔ کم سے کم درجے میں بھی اگر یہ چیزیں ہوں تب بھی انسان کا رخ صحیح سمت میں مڑ سکتا ہے۔ اسی راستے پر چلنے سے انسان حق و صداقت کا داعی بن سکتا ہے اور اس راہ میں آنے والی ہر مشکل اور ہر آزمائش سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ حاصل کرتا ہے۔ اگر اتنا وصف بھی کسی انسان میں نہیں یا وہ اس طرف سے غافل ہے تو صرف وہی نہیں بلکہ تمام انسان خسارے میں ہیں کیوں کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں ہی ہر انسان کی اپنی فلاح مضمر ہے۔ سورۃ الروم میں ارشاد الٰہی ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

"پس (اے نبی ﷺ اور نبی کے پیرو کارو!) یک سو ہو کر اپنا رخ اس دین کی سمت میں جما دو، قائم ہو جاؤ اس فطرت پر، جس پر اللہ تعالی نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جا سکتی، یہی بالکل راست اور درست دین ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں"۔

ہم دور جدید کے تقاضوں سے خود کو کتنا ہی ہم آہنگ کر لیں، سائنس اور ٹیکنالوجی میں کتنی ہی ترقی کر لیں، لیکن اگر دین اسلام کی بنیادوں پر اپنی زندگی کی عمارت تعمیر نہیں کریں گے، تو نہ ہمارا اخلاق درست ہو گا، نہ ہم نفس امارہ کے پھیلائے ہوئے جال سے بچ سکیں گے اور نہ کبھی ہمیں روحانی آسودگی اور سکون و اطمینان والی زندگی نصیب ہو گی، کیوں کہ ہماری تخلیق کا مقصد ہی اللہ کی عبادت اور بندگی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ (سورۃ الذاریات: 56)

"میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری بندگی کریں"۔

دین اسلام عبارت ہے ان عقائد و عبادات، اخلاق و شریعت اور آداب سے، جن سے فکر کو درستی ملتی ہے، قلب کو پاکیزگی حاصل ہوتی ہے، نفس کا تزکیہ ہوتا ہے، سماج عدل کی برکات سے مستفیض ہوتا ہے اور زندگی حسن و جمال سے مزین ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ہر وہ راستہ جس کو انسان اپنے فائدے اور کامیابی کی ضمانت سمجھتا ہے، اگر اس میں رضائے الٰہی شامل نہیں تو اخروی نتائج کے اعتبار سے ناکامی و نامرادی کا راستہ ہے۔

تنظیم اسلامی کا متبادل سالانہ اجتماع منعقدہ 19-20 نومبر 2022 قرآن اکیڈمی یٰسین آباد، کراچی

عاطف محمود

ناظم تعلیم و استاذ، قرآن اکیڈمی، یٰسین آباد

ناظم تربیت، فیڈرل بی ایریا تنظیم، حلقہ کراچی شمالی

تنظیم اسلامی کے تحت الحمدللہ ہر سال مرکزی سطح پر بھاولپور میں سالانہ اجتماع ہوتا ہے۔ البتہ اس سال ملک میں سیلابی صورتحال کے باعث امیر محترم شجاع الدین شیخ صاحب حفظہ اللہ نے مشاورت کے بعد طے کیا کہ اس بار مرکزی سطح کے بجائے علاقائی سطح پر سالانہ اجتماع کا انعقاد کیا جائے گا۔ چنانچہ ملک کے چھ مقامات پر یہ اجتماع بیک وقت منعقد ہوا جس کے لیے 20-19 نومبر کی تاریخ رکھی گئی تھی۔ کراچی میں یہ اجتماع قرآن اکیڈمی یٰسین آباد اور قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں منعقد ہوا۔

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد میں اجتماع کی صدارت کی ذمہ داری نائب ناظم اعلیٰ زون جنوبی پاکستان، محترم جناب انجینئر سید نعمان اختر صاحب نے ادا کی۔ اس پروگرام میں حلقہ کراچی شمالی، حلقہ حیدآباد، حلقہ سکھر اور حلقہ بلوچستان کے رفقاء نے بھرپور شرکت کی۔ اس اجتماع کی تیاریاں منتظمین قرآن اکیڈمی یٰسین آباد نے بہت پہلے شروع کر دی تھیں مختلف جگھوں پر روشنی کا بندوبست عارضی وضو خانہ پورے ادارہ سے سامان کی نقل و حمل وغیرہ نیز رفقاء کی بڑی تعداد کی شمولیت اور علاقہ کی تنگی کے باعث، کچھ مقامی تناظیم کے رفقاء پروگرام شروع ہونے سے ایک رات قبل ہی تشریف لا چکے تھے اور کچھ رفقاء اجتماع کے آغاز سے قبل تشریف لائے کم و بیش ساڑھے آٹھ سو رفقاء و احباب نے اس اجتماع میں شرکت کی۔

پروگرام کا آغاز 21 نومبر کے دن صبح 9:00 بجے تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔ تلاوت کی سعادت حلقہ کراچی شمالی کی مقامی تنظیم سرجانی ٹاؤن کے ملتزم رفیق حافظ ایاز صاحب نے حاصل کی۔ اس کے بعد سورۃ الحدید آیت 25 کی روشنی میں حلقہ کراچی شمالی کے معتمد جناب منصور روفی صاحب نے درس قرآن دیا۔ موصوف نے فرمایا کہ اس آیت کی روشنی میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا مشترکہ مشن نظام عدل و قسط کا قیام تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ختم نبوت کی وجہ سے اب یہ اہم اور بھاری ذمہ داری امت مسلمہ کے کاندھوں پر ہے۔ اگر ہم اس میں اپنا حصہ ڈالیں گے تو کل اللہ کے حضور سرخرو ہو سکیں گے۔

امیر محترم شجاع الدین شیخ صاحب حفظہ اللہ کا لاہور سے براہ راست خطاب ہوا۔ امیر محترم نے افتتاحی خطاب میں پروگرام میں شریک رفقاء نیز انتظامات کرنے والے رفقاء کا شکریہ ادا کیا۔ پروگرام میں شریک رفقاء کو تمام پروگرامات توجہ کے ساتھ سننے کی تلقین کی۔ اور مزید فرمایا کہ اجتماع سے نیا جوش اور ولولہ لے کر اپنے اپنے علاقوں میں جا کر بھرپور دعوت کا کام کریں۔ اس کے بعد امیر حلقہ کراچی شمالی محترم سید محمد سلمان صاحب نے شرکا کے سامنے ہدایات رکھیں۔ جس میں سمع و اطاعت کی طرف خصوصی توجہ دلائی نیز انتظامیہ کے ساتھ بھرپور تعاون کی تلقین کی۔

حلقہ حیدرآباد کے امیر جناب شفیع محمد لاکھو صاحب نے "قرآن حکیم صحیفہ انقلاب" کے عنوان سے گفتگو رکھی۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن حکیم آلہ انقلاب ہے جس کے ذریعہ سے فرد کے اندر بھی انقلاب آتا ہے اور معاشرے کے اندر بھی انقلاب آتا ہے پھر سیاسی سطح پر اور ملکی سطح پر انقلاب رونما ہوتا ہے۔ چنانچہ دعوت، قرآن حکیم کے ذریعہ، تبلیغ، قرآن حکیم کے ذریعہ، تزکیہ، قرآن حکیم کے ذریعہ، تذکیر، قرآن حکیم کے ذریعہ ہوگی تو فرد اور معاشرے نیز ریاست کی اصلاح ہو سکے گی۔

حلقہ حیدرآباد کی مقامی تنظیم لطیف آباد غربی کے نقیب محترم سعد عبداللہ صاحب نے "دین کیا ہے؟" کے عنوان سے خطاب کیا۔ جس میں انہوں نے دین کے محدود اور مروجہ تصورات کی اصلاح کرتے ہوئے دین اسلام کے حقیقی اور وسیع تصور کو واضح کیا۔ آنجناب نے بتایا کہ دین اسلام انسانی زندگی کے چھ گوشوں کے حوالے سے مکمل رہنمائی دیتا ہے۔

راقم نے "ہمارے دینی تقاضے" کے موضوع پر گفتگو رکھی۔ اور عرض کیا کہ دین اسلام ہم سے تین بنیادی تقاضے کرتا ہے نمبر ایک ذاتی زندگی میں اللہ کی کامل بندگی کرنا جس کے لیے قرآن حکیم میں جامع ترین اصطلاح "عبادت" آئی ہے۔ نمبر دو اللہ کی بندگی کی دعوت دوسروں کو دینا جس کے لیے قرآن حکیم میں جامع ترین

اصطلاح "شہادت علی الناس" بیان ہوئی ہے جس کا مفہوم ہے کہ اپنے قول و فعل سے لوگوں پر دین اسلام کی تعلیمات کو واضح کر کے اتمام حجت کر دینا۔ نمبر تین اللہ کی کامل بندگی پر مبنی نظام کے نفاذ کی جدوجہد کرنا جس کے لیے قرآن حکیم میں جامع ترین اصطلاح "اقامت دین" ہے۔ اختتامی گفتگو میں رفقاء کرام کو توجہ دلائی گئی کہ ہمیں اپنی دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی لیے نظم کی جانب سے دی گئی ہدایات و پروگرامات میں بھرپور حصہ لینا چاہیے۔

حلقہ سکھر کے امیر محترم احمد صادق سومرو صاحب نے "بیعت سمع و طاعت کی اہمیت اور تقاضے" کے عنوان پر گفتگو کی۔ انہوں نے فرمایا کہ دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے جماعت اختیار کرنا ضروری ہے نیز اس جماعت کی اساس بیعت کی بنیاد پر ہونی چاہیے کیونکہ یہی اساس قرآن، سنت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ہماری چودہ سو سالہ تاریخ سے ملتی ہے۔

نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد حلقہ کراچی شمالی کی مقامی تنظیم ناظم آباد کے ناظم تربیت محترم خرم احمد صاحب نے "خلافت کی خوشخبری" کے عنوان پر درس حدیث دیا۔ اس موضوع سے متعلق احادیث کا مطالعہ کرواتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ قیامت سے قبل کل کرہ ارض پر اللہ کا دین غالب ہوگا۔ جس کی بشارات احادیث میں دی گئی ہیں۔ ہمیں اپنا جائزہ لینا ہوگا کہ اس حوالے سے ہم کتنی محنت، کوشش اور جدوجہد کر رہے ہیں۔ درسِ حدیث کے بعد ظہرانہ اور آرام کا وقفہ ہوا جو نماز عصر تک تھا۔

نماز عصر کے بعد حلقہ کراچی شمالی کی مقامی تنظیم بلدیہ کے نقیب محترم آغا آصف صاحب نے "طوبیٰ للغرباء" کے موضوع پر درس حدیث دیا۔ موصوف نے فرمایا کہ اسلام آغاز میں اجنبی تھا ایک وقت آئے گا کہ پھر اجنبی ہوجائے گا اس وقت جو دین اسلام کے مکمل تصور کے ساتھ زندگی گزاریں گے گویا وہ معاشرے میں اجنبی ہو جائیں گے۔ لہذا رفقاء تنظیم اسلامی پر اگر ایسے حالات آرہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ یہ تو ان کے لیے خوشخبری ہے۔

حلقہ کراچی شمالی کے شعبہ تربیت کے معاون محترم محمد ارشد صاحب نے "رسول انقلاب ﷺ کا طریق انقلاب" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ موصوف نے فرمایا کہ آج بھی غلبہ دین کے لیے اسوہ رسول اللہ ﷺ ہی سے لینا ہوگا۔ پھر انہوں نے انقلاب کے چھ مراحل کو بیان کیا۔ جس میں پہلا مرحلہ انقلابی نظریہ کی دعوت ہے دوسرا مرحلہ تنظیم کا ہے تیسرا مرحلہ تربیت کا ہے چوتھا مرحلہ صبر محض کا ہے پانچواں مرحلہ اقدام کا ہے جب کہ آخری مرحلہ مسلح تصادم کا ہے۔ موصوف نے تمام مراحل کو سیرت کی روشنی میں بیان کیا۔ خصوصی طور پر صبر محض کے حوالے سے رفقاء کو توجہ دلائی کہ اگر وہ دو کام کرلیں تو انہیں صبر کے مراحل سے گزرنا پڑے گا ایک یہ کہ گھر میں شرعی پردے کو نافذ کریں دوسرا یہ کہ معیشت میں حرام امور سے مکمل اجتناب کریں۔

حلقہ کراچی شمالی کی مقامی تنظیم نیو کراچی کے ناظم دعوت محترم معز ابراہیم صاحب، بحریہ ٹاؤن کے امیر محترم عمران حفیظ صاحب اور حلقہ حیدر آباد کی مقامی تنظیم قاسم آباد کے امیر محترم ندیم چنا صاحب نے انفرادی دعوت کے حوالے سے اپنے عملی تجربات رفقاء کے سامنے بیان کیے جو کہ بہت سبق آموز اور انتہائی اہمیت کے حامل تھے جن کا خلاصہ یہ تھا کہ آدمی کہیں بھی ہو اپنی دعوت ضرور رکھے اور معاملہ اللہ پر چھوڑ دے کہ اصل میں ہدایت اس کے ہاتھ میں ہے لہذا ہم خود سے یہ طے نہیں کر سکتے کہ فلاں کو دعوت دینے کا فائدہ ہے اور فلاں کو دعوت دینے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ بعض اوقات انفرادی دعوت میں نتائج بالکل برعکس بھی نکل آتے ہیں لہذا ہمیں نتائج کی فکر میں پڑنے کے بجائے اپنا کام مکمل یکسوئی اور تندہی سے کرنا چاہیے۔

پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کے خصوصی پروگرام "تنظیم اسلامی: ماضی، حال اور مستقبل" کی ریکارڈنگ اور بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب بھی سنایا اور دکھایا گیا۔

حلقہ بلوچستان کی مقامی تنظیم کے امیر محترم ذوالقرنین صاحب نے "التزام جماعت" کے عنوان سے درس حدیث دیا۔ موصوف نے جماعتی زندگی کی برکات و فوائد اور فضائل کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو کی۔

20 نومبر کو فجر کی نماز کے بعد حلقہ سکھر کے ملتزم رفیق محترم ثناء اللہ گبول صاحب نے سورۃ البقرۃ آیت 261 پر درس قرآن دیا۔ جس میں موصوف نے انفاق فی سبیل اللہ کے حوالے سے دلنشین انداز میں گفتگو کی اور رفقاء کو اس اہم ذمہ داری کے حوالے سے یاد دہانی کروائی۔

حلقہ کراچی شمالی کی مقامی تنظیم بحریہ ٹاؤن کے نقیب محترم عمران چھاپڑا صاحب نے "تزکیہ نفس اور اقامت دین کا باہمی تعلق" کے عنوان پر گفتگو کی۔ موصوف

نے تنظیم اسلامی کی قرار داد تاسیس کا حوالہ دیتے ہوئے واضح فرمایا کہ فرد کا اصل نصب العین اللہ کی رضا کا حصول ہونا چاہیے اور اسی مقصد کے حصول کے لیے افراد کا انفرادی تزکیہ بھی ضروری ہے نیز پھر اجتماعی تقاضوں کے حصول کے لیے بھی تزکیہ نفس کی اہمیت بالکل واضح ہے ۔

حلقہ کراچی شمالی کی مقامی تنظیم فیڈرل بی ایریا کے خصوصی مشیر اور مدیر قرآن اکیڈمی یٰسین آباد محترم سید سلیم الدین صاحب نے "اقامت دین اور میرا گھر" کے عنوان سے خطاب کیا۔ موصوف نے موضوع کی اہمیت کے حوالے سے حضرت خنساء ؓ کا پر سوز واقعہ سنایا کہ جس میں انہوں نے اپنے چار جوان بیٹے اللہ کی راہ میں قربان کر دیے تھے۔ گویا ایک ماں نے اپنی اعلیٰ تربیت سے وہ جوان دین اسلام کے لیے تیار کیے کہ جنہوں نے غلبہ دین کی جدوجہد میں شہادت کا عظیم رتبہ حاصل کیا۔ پھر موصوف نے اس اہم دینی فریضے کی ادائیگی کے لیے گھر والوں کی خصوصی تربیت کی جانب توجہ دلائی۔ جس میں نظم کا اہم تقاضا گھریلو اسرہ کا قیام بھی شامل ہے۔

حلقہ کراچی شمالی کے ناظم تربیت محترم سید فاروق احمد صاحب نے "رفیقِ تنظیم اور مروجہ مذہبی و سیاسی تنگ نظری" کے موضوع پر فکر انگیز گفتگو رکھی۔ جس میں انہوں نے رفقاء کو خصوصی توجہ دلائی کہ سوشل میڈیا پر رفقاء کو کسی مذہبی یا سیاسی جماعت کے کارکن کے طور پر کردار ادا کرتے ہوئے نظر نہیں آنا چاہیے۔ بلکہ اپنی فکر کو تازہ رکھتے ہوئے اسی کا داعی بننا چاہیے۔

تنظیم اسلامی زون جنوبی پاکستان کے نائب ناظم اعلیٰ محترم سید نعمان اختر صاحب نے "احیائی مساعی کی امین ۔ ۔ ۔ تنظیم اسلامی" کے عنوان سے سیر حاصل گفتگو رکھی۔ موصوف نے چار سو سالہ احیائی مساعی کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس مساعی میں نمایاں نام شیخ الہند محمود حسن دیوبندی، شاہ ولی اللہ، نیز ان کے بیٹے شاہ رفیع الدین، شاہ اسماعیل شہید، اسی طرح سید احمد شہید، علامہ اقبال، مولانا ابو الکلام آزاد، مولانا مودودی ؒ کے ہیں۔ الحمد للہ اب یہ ذمہ داری تنظیم اسلامی کے ناتواں کاندھوں پر ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس عظیم اور اہم ذمہ داری کو خوش اسلوبی کے ساتھ نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کے فرزند محترم ڈاکٹر عارف رشید صاحب نے آن لائن خطاب کے ذریعے اپنی والدہ محترمہ اور تنظیم اسلامی کی ناظمہ عالیہ کا پیغام پڑھ کر سنایا جس میں اہم ترین نکات یہ تھے۔ نمبر ایک ہر رفیق تنظیم اپنے گھر والوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دے۔ نمبر دو اپنے ایمان میں اضافہ کی ہر دم کوشش کرتا رہے۔ نمبر تین ہر روز اپنا محاسبہ کرتا رہے۔ نمبر چار اللہ رب العزت کی بیش بہا نعمتوں کا شکر بجا لاتا رہے۔ نمبر پانچ نظم کے تقاضوں پر دل و جان سے عمل کرے۔

امیر محترم شجاع الدین شیخ صاحب حفظہ اللہ نے اپنے آن لائن اختتامی خطاب میں ارشاد فرمایا کہ رفقاء تنظیم اپنے آپ کو مروجہ انتخابی سیاست سے الگ رکھیں کیونکہ ہمارا بنیادی موقف ہی یہ ہے کہ اس طریقے سے دین اسلام کا غلبہ ہونا ممکن نہیں ہے۔ غلبہ دین کی عملی جدوجہد کے لیے ضرورت ہے کہ رسول انقلاب ﷺ کا طریقِ انقلاب سامنے رکھا جائے اور اس کے مطابق اپنی ساری محنت و سعی کی جائے۔ کیونکہ اسی طریقہ پر نتائج بار آور ہو سکتے ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے افغانستان کے مجاہد صفت حکمرانوں کی ماضی کی جدوجہد کو خراج تحسین پیش کیا اور افغانستان کے مسلمانوں کی ہر ممکن مدد کی اپیل بھی کی۔ امیر تنظیم نے اس بات کی وضاحت فرمائی کہ تنظیم اسلامی آج بھی اپنی دینی فکر اور منہج پر قائم و دائم ہے اور اس میں کوئی فکری اور عملی انحراف نہیں ہوا۔ اختتام پر آپ نے رفقائے تنظیم کے سامنے کچھ اہداف رکھے۔ ایک یہ کہ ہر رفیق بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کا ویڈیو خطاب "رسول انقلاب ﷺ کا طریقِ انقلاب" ضرور دیکھے۔ دوسرا یہ کہ سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر کسی ایک کتاب کا مکمل مطالعہ کرے۔ نیز بانی محترم کی تقریر بعنوان "پاکستان کی موجودہ سیاست اور تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت کا موقف" جو کہ بعد میں میثاق 93 میں چھپی تھی اس کا مطالعہ کرے۔ اسی طرح ہر رفیق اپنے گھریلو اسرہ کا اہتمام کرے۔ آخر میں امیر تنظیم کی دعا پر اس اجتماع کا اختتام ہوا۔

آخر میں اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ جن حضرات نے شب و روز کی محنتوں سے اس پروگرام کے انعقاد کو ممکن بنایا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان تمام ذمہ داران اور رفقاء کی محنتوں کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور ہم سب کے حق میں اس اجتماع کو نافع بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

******

حرمت سود پر ہونے والے سیمینار سے امیر تنظیم اسلامی
جناب شجاع الدین شیخ صاحب حفظہ اللہ کا خطاب

مرکز الاقتصاد الاسلامی اور FPCCI (وفاق ایوان ہائے صنعت وتجارت، پاکستان) کے زیر اہتمام "حرمت سود سیمینار" 30 نومبر 2022ء کو کراچی میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمائی۔ اس سیمینار میں ملک پاکستان کے چوٹی کے علمائے کرام، مشائخ عظام، دینی وسیاسی جماعتوں کے اکابرین، نمایاں سماجی و کاروباری شخصیات نے شرکت فرمائی۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے صدارتی خطبے میں فرمایا کہ میری یہ خواہش تھی کہ ملک کے اہم ترین مسائل کے حل کے لیے کوئی مشترکہ پلیٹ فارم بنایا جائے الحمدللہ آج یہ خواہش پوری ہو رہی ہے انہوں نے مزید فرمایا کہ ماضی کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب کبھی علمائے کرام اور دیگر سیاسی و دینی جماعتیں کسی مسئلے میں اکٹھی ہوئیں انہیں کامیابی عطا ہوئی۔ اب پھر یہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ سود جیسے اہم مسئلے میں ہم اپنے تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اجتماعی جدوجہد کریں اور ملک کو اس بڑی لعنت سے چھٹکارا دلائیں۔ اس سیمینار سے انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی کے نگران و تنظیم اسلامی پاکستان کے امیر محترم جناب شجاع الدین شیخ صاحب نے خطاب فرمایا جس کو ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

سب سے پہلے اللہ تعالی کا شکر کرتا ہوں، اللہ تعالی اس مجلس کو بابرکت بنائے۔ بہت سارے میرے بزرگ علما موجود ہیں ان کے سامنے لب کشائی کرنا بھی ذرا جسارت کی بات ہے البتہ ایک طالب علم کی حیثیت سے کچھ گزارشات عرض کرتا ہوں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اس مجلس کو قبول فرمائے۔ اللہ جل شانہ فیڈریشن کے منتظمین، ہمارے علما بالخصوص مفتی تقی عثمانی صاحب اور ان کی ٹیم کو جزائے خیر دے۔ سود کی حرمت بہت واضح ہے، میری فیلڈ chartered accountancy کی رہی ہے، A.R. Ferguson سے 2001ء میں میں نے آرٹیکلز مکمل کی تھیں، نیشنل بینک، PICIC، NDSL، بہت سارے بینکوں کی آڈٹ کا موقع ملا، وہاں کے نوے فیصد لوگ یہی کہتے تھے ہم سود کو حرام ہی سمجھتے ہیں، بس آپ دعا کریں کہ اللہ آسانی فرمادے۔ پاکستان میں سود کی حرمت سے متعلق بحث مکمل ہو چکی ہے۔ ہم نے 1973ء میں پاکستان کے آئین میں آرٹیکل F38 کے تحت یہ طے کر دیا تھا کہ سود ختم کرنا ہے، تو اب یہ بحث ختم ہو چکی کہ سود کیا ہے، یہ کوششیں 1973ء سے پہلے شروع ہوئیں، اور اس سے متعلق 1991ء اور 1999ء کے فیصلے اور پھر سپریم کورٹ کی شریعت اپیلیٹ بینچ کا ساڑھے بارہ سو صفحات پر مشتمل فیصلہ پہلے سے موجود ہے، جسے تاخیری حربوں سے ابھی تک ٹالا جاتا رہا ہے۔ اور ابھی رمضان 2022ء میں جو فیصلہ آیا، جس میں سراج الحق صاحب بھی موجود تھے اور مجھے بھی اس کیس کی پیروی کا موقع ملا، تنظیم اسلامی، جماعت اسلامی، کچھ اہل علم حضرات اس مقدمے کی مضبوط پیروی کر رہے تھے۔ لیکن اب یہ بحث مکمل ہو چکی ہے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ سپریم کورٹ میں اس فیصلے کے مخالف ساٹھ سے زائد اپیلیں دائر کی گئی ہیں، معاملہ صرف اسٹیٹ بینک آف پاکستان اور نیشنل بینک کا نہیں ہے اور اگر آج ہمارے ساتھ جو بہت سارے بینکس کے نمائندے موجود ہیں مل کر اعلان کر بھی دیں تب بھی جب تک وہ ساٹھ سے زیادہ اپیلیں خارج نہیں ہوں گی فیڈرل شریعت کورٹ کا کیس تکنیکی طور پر وہیں کھڑا رہے گا جہاں ہم قیام پاکستان کے موقعے پر موجود تھے۔

لہذا ان باتوں کا تکنیکی جائزہ لینے کی ضرورت ہے، بزنس کمیونٹی کے لوگ یہاں موجود ہیں، پاکستان

میں کسی بھی مسئلے پر تمام لوگوں کو ایک جہت میں لانے کے لیے اہم ترین کردار GHQ، میڈیا والوں یا بزنس کمیونٹی کا ہوتا ہے، میں ان سے کہتا ہوں کہ خدا کے بندو! تم بھی مسلمان ہو، ذرا اس مسئلے سے متعلق اپنا دباؤ ڈالیں اور ساتھ ہی مقتدر حلقوں پر عوام کا بھی دباؤ بڑھنا چاہیے، اس طرح ان شاء اللہ تعالی اس میں کچھ بہتری آسکے گی۔ درمیان میں مفتی صاحب نے پیغام پاکستان کے بیانیے کا ذکر فرمایا۔ اس میں مفتی منیب الرحمن صاحب کی طرف سے ایک اختلافی نوٹ سب کو یاد ہوگا۔ جب پیغام پاکستان کا بیانیہ آیا جس کا مضمون تھا کہ اس ملک میں کوئی مسلح بغاوت نہیں ہونی چاہیے، مسئلۂ خروج کے اعتبار سے تو یہ بات درست ہے، لیکن غیر مسلح کوششیں تو ہونی چاہیے! نفاذِ شریعت کے لیے بات تو ہونی چاہیے، جب پیغام پاکستان کا بیانیہ مفتی تقی عثمانی صاحب نے 2018ء میں پڑھ کر سنایا، آپ کا وہ خطاب اس بزرگی کے وقت میں بھی بالکل آتش جوالہ خطاب تھا، اور مجلس میں دیگر علما بھی موجود تھے، لیکن توجہ طلب بات یہ ہے کہ ہم علما نے آج تک کسی منکر کے خلاف کوئی اجتماعی تحریک نہیں چلائی، البتہ یہ خوش آئند باتیں ضرور ہیں کہ ہم 1973ء میں آئین سے پہلے ایک موقف پر جمع تھے، ہم 31 علما کے 22 نکات کے موقعے پر جمع تھے، ہم تحفظ ختم نبوت کے مسئلے پر جمع تھے۔

میرے بزرگ علما موجود ہیں جنھیں معلوم ہے کہ پاکستان میں اتحاد تنظیمات مدارس کے علما نے تین سال لگا کر متفقہ کوشش کی، مجھے بھی وہاں خدمت کا موقع ملا۔ جہاں اب ایک ترجمہ قرآن کے نصاب پر اتفاق کر لیا گیا ہے اور پاکستان میں وفاقی سطح پر اور پنجاب میں صوبائی سطح پر منظور ہو چکا ہے، اور کل ہی میں کے پی سے واپس آیا ہوں، وہاں طے پایا ہے کہ ان شاء اللہ نویں اور گیارہویں جماعت میں قرآن کے ترجمے کا امتحان بھی ہوگا۔ متفق علیہ معاملات میں علما کے یکجا ہو جانے کو حضرت نے اجماع فرمایا ہے۔ تو آج یہ بھی خوش خبری سن لیجیے کہ اب الحمد للہ ایک ترجمۂ قرآن پر اتفاق ہو چکا ہے، اور اس پر بہت محنت ہوئی ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے محترم عاطف وحید صاحب اس کیس کی پر اثر انداز میں پیروی کرتے رہے، یہ تو ایک مرحلے کی محنت ہوئی اب دوسرے مرحلے میں سپریم کورٹ سے اپیلیں بھی خارج کروانی ہیں تاکہ آگے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو ہم پر اثر بنا سکیں۔ ائمہ مساجد منبروں کے ذریعے اس بات کو آگے بڑھائیں، میں بزنس کمیونٹی کے لوگوں سے کہوں گا، آپ کروڑوں روپے اپنی پراڈکٹ کی مارکیٹنگ کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ ای-مارکیٹنگ اور میڈیا کا استعمال آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ خدارا ان بزرگوں اور علما کی محنتوں کا ذکر ان چینلز پر بھی کروادیں، یہ اس کام کے لیے آپ کی بہترین خدمت ہوگی۔

جیسا کہ ابھی مفتی صاحب نے ذکر فرمایا علما تمام متفق علیہ باتوں پر مشترکہ جدوجہد کریں، صرف سود کا خاتمہ نہیں بلکہ بے حیائی، فحاشی و عریانی کا خاتمہ، یہ بھی مشن ہونا چاہیے۔ اور ابھی جو باتیں ہو رہی ہیں کہ پچھتر برس پہلے یہ ملک اسلام کے نام پر لیا گیا تھا تو میں کہوں گا کہ اسلام کے نفاذ کی طرف بھی پیش قدمی ہونی چاہیے۔ اس کے لیے ہم سمجھتے ہیں کہ مولانا زاہد الراشدی صاحب اور مفتی تقی عثمانی صاحب کے 2010ء میں ایک متفق علیہ اعلامیے کے مطابق بھی ہم سوچیں کہ ہمیں نفاذِ شریعت کے مطالبے کو لے کر ایک پر امن، منظم اور غیر مسلح تحریک چلانی چاہیے، اللہ قرآن سے کبھی وہ کام نہیں لیتا جو تلوار سے لے لیتا ہے، البتہ میرا اشارہ غیر مسلح تحریک کی طرف ہے کہ ہمیں عوامی سطح پر ان مطالبات کے لیے دباؤ ڈالنے کی ضرورت ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ماہانہ رپورٹ برائے آئینہ انجمن

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد:

رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن اے اور بی اور سال دوم) اور حلقات و دورات دینیہ بحمداللہ جاری ہیں۔ سال اول میں تقریباً ایک سو پانچ طلبہ وطالبات اور سال دوم میں کل 42 طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ اس ماہ "سفر آخرت کے مراحل" پر حافظ محمد اسد صاحب نے خصوصی لیکچر دیا۔ اسی طرح مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ میں شعبہ حفظ کل وقتی، درجہ ناظرہ اور شعبہ مدرسۃ البنین و البنات بوقت سہ پہر اور اکیڈمی کے تحت شعبہ دعوت و تبلیغ کی سرگرمیاں بھی جاری ہیں۔ اسی طرح حلقات و دورات دینیہ کے تحت دس سے پچاس خواتین و حضرات باقاعدہ مستفید ہو رہے ہیں۔ شعبہ تصنیف و تالیف میں منتخب نصاب تفصیلی کا حصہ سوم کمپوزنگ کے مراحل میں ہے، اس سے قبل دو حصوں کی ٹرانسکرپشن مکمل کی گئی تھی جواب تصحیح کے مرحلے میں ہیں۔ شعبہ تحقیق و تجزیہ کی طرف سے آرٹیکل "قائداعظم کا پاکستان" مکمل کرکے جمع کروادیا گیا ہے۔ اس ماہ دیگر تنظیمی اجتماعات کے ساتھ ساتھ متبادل سالانہ اجتماع بھی منعقد ہوا جس میں 850 رفقائے کرام شریک ہوئے۔ شعبہ انتظامی امور نے انتھک محنت کرتے ہوئے حلقات و دورات کورسس کی کلاسز کی مکمل صفائی ستھرائی اور ترتیب، متبادل سالانہ اجتماع کے لیے تمام تر سہولیات کی فراہمی، عارضی وضو خانہ کی تیاری، تمام کلاسز کو رہائش گاہ بنانے کے لیے سامان کی منتقلی اور اجتماع کے اختتام پر سامان کو اپنی جگہ بحال کرنا، اکیڈمی کے اطراف میں لائٹس لگوانا، سیوریج لائن کو صاف کروانا اور چھت کی مکمل صفائی ستھرائی کو یقینی بنایا۔ خطبات جمعہ میں محترم محمد ارشد صاحب نے "رسول انقلاب ﷺ کا طریق انقلاب" اور "سیرت طیبہ ﷺ میں اجتماع جمعہ کی اہمیت" کے موضوعات پر خطابات فرمائے۔

قرآن اکیڈمی ڈیفنس:

رجوع الی القرآن کورس سال اول میں 32 طلبہ و 20 طالبات شریک ہیں۔ اس ماہ مبادیاتِ علوم دینیہ کورس کا آغاز ہوا جس میں "عقیدہ اہل سنت"، "عربی تکلم" اور "قرآن مجید کی صرفی و نحوی ترکیب" جبکہ ماہانہ بنیادوں پر ایک خصوصی ورکشاپ بھی نصاب کا حصہ ہے۔ حلقات و دوراتِ دینیہ کے تحت مرد و خواتین کے لیے کلاسز باقاعدگی سے جاری ہیں۔ مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ میں حفظ، ناظرہ اور قاعدہ کی تمام کلاسز بنین و بنات دونوں کے لیے منعقد ہوتی ہیں، جن میں آن لائن ملکی و غیر ملکی طلبہ بھی شامل ہوتے ہیں۔ طلباء کی عالمی مسابقہ میں شرکت: وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر اہتمام ہونے والے مسابقے میں 13 طلباء کے نام وفاق میں رجسٹرڈ کروائے گئے تھے ان طلباء نے باقاعدہ مسابقہ میں شرکت کی جو کہ جامع سعیدیہ میں منعقد ہوا۔ ماہِ نومبر میں دوسرا اور چوتھا جمعہ نگرانِ انجمن و امیر تنظیم اسلامی جناب شجاع الدین شیخ صاحب نے پڑھایا اور 19 نومبر بروز ہفتہ تا 20 نومبر بروز اتوار تک تنظیم اسلامی کا متبادل سالانہ اجتماع جناب فیصل منصوری صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی اور تنظیم اسلامی حلقہ کراچی وسطی کے رفقاء نے شرکت کی۔ شرکاء کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز رہی۔

قرآن اکیڈمی کورنگی:

قرآن اکیڈمی میں رجوع الی القرآن کورس میں 38 خواتین اور 17 حضرات اپنی تعلیم جاری رکھے ہوئے ہیں، اسی طرح مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ میں

بھی بنین و بنات کی تدریس کا عمل جاری ہے، اس ماہ بزمِ حمد و نعت و مسابقہ تلاوتِ قرآن منعقد کی گئی۔ جس میں سہ ماہی امتحان کے نتائج اور تحائف بھی طلبا میں تقسیم کئے گئے۔ اور حلقات و دورات دینیہ میں "تفہیم الاسلام کورس" میں 4 افراد اور "امور خانہ داری تربیتی کورس (ایڈوانس)" میں 11 خواتین شرکت کر رہی ہیں۔

شعبہ خواتین میں "عبادت (معنی، مفہوم)" و "شکر کے درجات"، "آدابِ زندگی (سلام، محفل)، بدعت (رائج بدعات)"، "صحابہ کرام اور ازواج مطہرات" "حضرت خدیجہ" کے مختلف موضوعات پر خصوصی و تربیتی لیکچرز منعقد کیے گئے، علاوہ ازیں "اسلام کا ضابطۂ اخلاق" کے موضوع پر ماہانہ درسِ قرآن منعقد ہوا۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر:

دورانِ ماہ رجوع الی القرآن کورس میں بسلسلہ خصوصی محاضرات "میرا گھر میری ذمہ داری" کا موضوع مکمل ہوا جس میں تدریس صدر انجمن خدام القرآن کراچی جناب سید نعمان اختر صاحب نے کی۔ ہفتہ وار مختصر دورانیے کے حلقات و دورات جاری ہیں جن میں فقہ العبادات، نماز اور آخری بیس سورتوں کی ترکیب، آسان عربی گرامر، عربی گرامر برائے قرآن فہمی اور سیرت النبی ﷺ قدم بہ قدم شامل ہیں۔ مسجد میں نماز فجر کے بعد بھی ترجمہ قرآن اور تجوید برائے بالغان کی محافل کا انعقاد ہو رہا ہے۔ خطاب جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ حاصل کر رہے ہیں۔ مقامی تنظیم کے تحت شام کے اوقات میں مختصر دورانیہ کے کورسز جاری ہیں جن میں عربی گرامر، تجوید اور دورہ ترجمہ قرآن شامل ہیں۔ مسجد میں مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ بچوں کے لیے جاری ہے۔ ان بچوں کے لئے ہفتہ وار تربیتی نشست کا اہتمام ہوتا ہے۔ دورانِ ماہ نمایاں کارکردگی دکھانے والے بچوں میں انعامات تقسیم ہوئے اس موقع پر بچوں نے تلاوت قرآن اور حمد و نعت سنانے کی سعادت حاصل کی۔ روزانہ کی ترتیب میں اصلاحی خطبات بعد نماز ظہر اور درس حدیث بعد عصر منعقد ہو رہے ہیں۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد:

رجوع الی القرآن کورس سالِ اوّل، مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ اور مغرب تا عشاء بالغان کے لیے ناظرہ قرآن کی کلاسز بحمد اللہ جاری ہیں۔ اس ماہ تعلیم الاسلام کورس کی تکمیل ہوئی۔ رجوع الی القرآن کورس میں (4) خصوصی لیکچرز کا انعقاد ہوا: 1۔ عقیدہ ختمِ نبوت، 2۔ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ۔۔۔ کرنے کا اصل کام، 3۔ منہج انقلابِ نبوی ﷺ، 4۔ ابلیس کی مجلسِ شوریٰ۔ ان شاء اللہ 10 دسمبر دوپہر کے اوقات میں "تفہیم الاسلام کورس" کا آغاز کیا جائے گا۔ جو تین ماہ کے دورانیے پر محیط ہوگا، اور ایام تدریس ہفتہ و اتوار ہوں گے۔

قرآن مرکز لانڈھی:

مدرسۃ القرآن میں حفظ القرآن اور ناظرہ و قاعدہ کی کلاسز میں تدریس باقاعدگی سے جاری ہے۔ شعبہ حفظ میں 3 طلباء نے تکمیل کی سعادت حاصل کی۔ شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت ہفتہ وار درس قرآن کا انعقاد جاری ہے۔ ناظم مرکز جناب محمد ہاشم صاحب مدرّس کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔ تنظیم اسلامی لانڈھی کے زیر اہتمام ماہانہ درس قرآن و حدیث کا اہتمام کیا گیا جس میں "ایمان اور اس کے تقاضے" کے موضوع پر امیر مقامی تنظیم جناب محمد ہاشم صاحب شرکاء سے مخاطب ہوئے۔

شعبۂ سمع و بصر

مطالباتِ قرآن :

قرآنِ حکیم کے منتخب نصاب پر مبنی "مطالباتِ قرآن" کے عنوان سے Qtv کے لیے قرآن اسٹوڈیو میں نگرانِ انجمن محترم شجاع الدین شیخ صاحب کی 35-35 منٹ پر مشتمل ویڈیو ریکارڈنگز کا سلسلہ جاری ہے۔ الحمدللہ اس سلسلہ کے دو پروگرام Qtv پر ہفتہ اور اتوار کی شام 4 بجے نشر ہو رہے ہیں۔ اب تک اس سلسلہ کے 22 پروگرام ریکارڈ ہو چکے ہیں جو کہ Qtv کو ایڈیٹنگ کے بعد فراہم کیے جا چکے ہیں۔

منتخب نصاب (رجوع الی القرآن کورس) :

قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں مدیرِ تعلیمات ڈاکٹر محمد الیاس صاحب کی منتخب نصاب کی کلاسز کی ویڈیو ریکارڈنگ کے سلسلہ کا آغاز کیا گیا ہے جو کہ بعد ازاں LMS پر مستقبل قریب میں شروع ہونے والے رجوع القرآن کورس کے Self-paced کورس میں شامل کیا جائے گا۔ ماہِ نومبر تک اس سلسلہ کی 78 کلاسز ریکارڈ کی جا چکی ہیں۔

خطباتِ جمعہ (نگرانِ انجمن شجاع الدین شیخ صاحب) :

ماہِ نومبر 2022ء میں مسجد جامع القرآن (قرآن اکیڈمی ڈیفنس) میں نگرانِ انجمن محترم شجاع الدین شیخ صاحب کے درج ذیل موضوعات پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی ویڈیو ریکارڈنگز کی گئیں جنہیں مرکزی تنظیم اسلامی کے یوٹیوب چینل کے علاوہ انجمن کے آفیشل یوٹیوب چینلز پر اپلوڈ کیا گیا :

1 - اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے خیانت نہ کرو 2 - مسابقت کا اصل میدان، حصولِ مغفرت اور جنت

خطباتِ جمعہ (محترم عامر خان صاحب) :

ماہِ اکتوبر 2022ء میں جامع مسجد شادمان ٹاؤن میں محترم عامر خان صاحب کے درج ذیل موضوعات پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگز کی گئیں جنہیں انجمن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا :

1- سفرِ آخرت کے مراحل 2 - دنیاوی زندگی کے مراحل، سورۃ الحدید کی روشنی میں 3 - موت کی یاددہانی اور تیاری

درسِ قرآن ڈاٹ کام :

درسِ قرآن ڈاٹ کام کو نگرانِ انجمن شجاع الدین شیخ صاحب کی متفرق عنوان کے تحت دو عدد پانچ منٹ دورانیہ کی ریکارڈنگز فراہم کی گئی۔

روشنی (ریڈیو پاکستان) :

ریڈیو پاکستان پر روشنی کے عنوان سے نشر ہونے والے پروگرام کے لیے نگرانِ انجمن محترم جناب شجاع الدین شیخ صاحب کے 2 لیکچرز ریکارڈ کر کے ان کی آڈیو ریکارڈنگ ریڈیو پاکستان کو فراہم کی گئیں۔

سالانہ اجتماع تنظیم اسلامی :

سالانہ اجتماع تنظیم اسلامی کے موقع پر پاکستان کے تین مقامات پر ایس ایم ڈی / ملٹی میڈیا پروجیکشن کے لئے متعلقہ حلقوں کو معاونت فراہم کی گئی۔ آڈیو ریکارڈنگ متعلقہ حلقوں کو فراہم کی گئی، اسی طرح تمام کاروائی براہ راست مرکز میں بھی دیکھی گئی۔

انجمن خدام القرآن اغراض و مقاصد

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد و منبع ایمان اور سرچشمۂ یقین قرآنِ حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اوراعلیٰ علمی سطح پر تشہیر واشاعت ہے ۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدیدایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہوجائے اوراس طرح اسلام کی نشأۃ ثانیہ اورغلبۂ دینِ حق کے دورِثانی کی راہ ہموار ہوسکے ۔

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد :

☆عربی زبان کی تعلیم و ترویج ۔

☆قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق ۔

☆علومِ قرآنی کی عمومی نشر واشاعت ۔

☆ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم وتربیت جو تعلّم و تعلیم قرآن کواپنا مقصدِ زندگی بنالیں، اور

☆ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کووقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کرسکے ۔

☆☆☆

مرکزی دفتر B-375 علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6 گلشن اقبال، کراچی ۔ فون نمبر 021-34993436-7